رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

دین کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دُنیا میں ایک نبی آیا۔ پر دنیا نے اُس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کر دیگا (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

# الفضل

بچندہ غیر ممالک سے
سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)



## فہرست مضامین



جلد ۴ | ۱۲/۱۶ دسمبر ۱۹۱۶ء | سہ شنبہ و شنبہ | مطابق ۱۶/۲۰ صفر ۱۳۳۵ھ ہجری | نمبر ۴۶-۴۷

## مدینۃ المسیح (علیہ السلام)

الحمد للہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی طبیعت اچھی ہے ۞

حکیم خلیل احمد صاحب و میاں محمد سعید صاحب سعدی اپنے دورہ سے واپس آگئے ہیں ۞

منشی فخر الدین صاحب ملتانی اطلاع دیتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فارسی دیوان کی چھپوائی کے متعلق کاغذ وغیرہ کی رکاوٹیں دُور ہو گئی ہیں۔ اور دیوان انشاء اللہ جلسہ سے پیشتر تیار ہو جائیگا ۞

آج ۱۷ تاریخ آکسفورڈ یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر مارگولیتھ صاحب جنہیں پنجاب یونیورسٹی نے خاص طور پر لیکچر دینے کے لئے ولایت سے منگوایا ہے یہاں تشریف لائے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح سے گفتگو ہوئی۔ (مفصل آئندہ)

## اخبار احمدیہ

### مولوی محمد علی صاحب سے تین سوال

برادرم میران بخش صاحب احمدی

گوجرانوالہ سے تین سوال بغرض اندراج اخبار بھیجتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ سوال بار بار مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں پیش کیے ہیں مگر مجھے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ شاید اخبار کے ذریعہ شائع ہونے سے وہ یا ان کا کوئی ہمخیال جواب شائع کرے ۞

(۱) اگر جناب مسیح موعودؑ احمد نہیں ہیں تو پھر مولویصاحب ان کی بیعت سے احمدی کس طرح ہو گئے ۞

(۲) اگر احمد صرف حضرت محمد رسول صلعم ہی ہیں تو پھر انجناب کو احمد ماننے والے غیر احمدی کس طرح ہو گئے ۞

(۳) اور اگر وہ لوگ مسلمان بھی ہیں جیسا کہ مولویصاحب ان کے مسلمان ہونے پر بڑا زور دے رہے ہیں تو پھر ان کو غیر احمدی کہنے والا خود کون ہوا۔ بریں صورت کہ احمد صرف جناب رسول کریم صلعم کا نام ہی قرار دیا جائے ۞

### سالانہ جلسہ

۲۶-۲۷-۲۸- دسمبر ۱۹۱۶ء کو ہونا قرار پایا ہے۔ احباب کرام کو چاہیئے کہ ۲۵- دسمبر کی شام تک دار الامان میں پہنچ جائیں ۞

### رسالہ طریق دعا سے فائدہ اُٹھاؤ

ایک صاحب نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

گئے حضور لکھا کہ بعض کمزوریوں اور سستیوں کی وجہ سے میرے کاموں میں تاخیر در تاخیر ہو رہی ہے حضور دعا فرمائیں اور مجھے بھی کوئی ترکیب دعا بتائیں۔ اسکے جواب میں حضرت نے لکھوایا کہ میں بھی دعا کرونگا اور میرے بتائے ہوئے طریق دعا جو شائع ہو چکے ہیں ان سے فائدہ اٹھائیں۔

### شوق تبلیغ

مولوی عبدالعزیز صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ سہارنپور لکھتے ہیں کہ "اس عاجز کو تبلیغ کا اسقدر شوق ہے کہ باوجود پابندی ملازمت صبح قرآن شریف سے فارغ ہو کر دس بجے تک دیہات میں گشت کرتا ہوں اور مسیح موعود علیہ السلام کی منادی اہل اسلام و اہل ہنود اور عیسائیوں میں کرتا رہتا ہوں۔ اسکے علاوہ پھر بھی جب فرصت ملتی ہے ٹریکٹ ہاتھ سے لکھ کر ہر سہ اقوام کے اہل لوگوں کے پاس بکپیٹ ڈاک بھیجتا رہتا ہوں۔ بعض کی طرف سے سخت سے سخت جواب آتے ہیں عیسائی خصوصاً بہت سختی سے جواب دیتے ہیں چنانچہ آج ہی ایک خط ایک مڈل سکول کے ہیڈ مدرس صاحب نے بھیجا ہے۔ ایسے خطوں کا بہت بڑا ذخیرہ میرے پاس موجود ہے"۔

### علماء سوء کی غلط بیانیاں

خدا کی شان یہودیوں کے قصے سنا کر ہمارے غیر احمدی مولوی اپنے خوش عقیدہ سامعین کو پہروں رلایا کرتے ہیں۔ کبھی انکے شیوہ تحریف کا ذکر ہے کبھی انکی سنگدلی کا قصہ۔ کہیں انکے تجاوز عن حدود اللہ کا بیان ہے کہیں انکے انبیاء پر مظالم روا رکھنے کا نوحہ۔ لیکن حیرت ہے کہ آج بھی دنیا میں ایک شخص اسی شان نبوت سے آیا کہ جس سے کبھی پہلے نبی آیا کرتے تھے وہی علماء جو ہر طرح کے الزام یہودیوں کو دیا کرتے تھے خود اس قسم کے افترا بانی سلسلہ احمدیہ اور جماعت احمدیہ پر باندھتے ہیں کہ اگر آج یہودیان عتیق ہوتے تو ان حضرات کی شاگردی اختیار کیئے بغیر انکو کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔

برادرم حسن محمد خاں صاحب احمدی جو خاندیس کے علاقہ میں بغرض تجارت مقیم ہیں اپنے کاروبار کے ساتھ تبلیغ سلسلہ حقہ کے فرض سے بھی بے خبر نہیں رہے۔ ایک جگہ کے مولویوں کے متعلق وہ لکھتے ہیں:۔

"۔۔۔ ضلع دھولیہ و سورت کے اکثر علماء کو خط لکھتا رہتا ہوں لوگ مخالفت بہت کرتے ہیں۔ چند دن ہوئے ایک مولویصاحب ضلع سورت کے یہاں تشریف لائے تھے۔ میرا ایک خط جو ایک مولویصاحب کے نام لکھا تھا اسکی نقل رکھی ہوئی تھی ایک شخص قاسم نامی نے مولوی صاحب کو دیا۔ اور کہا کہ آیات قرآنی کے رو سے واضح طور پر حضرت مسیح ناصری کی وفات ثابت ہوتی ہے اور یہی زمانہ مہدی علیہ السلام کے آنیکا قرآن کریم سے ماننا پڑتا ہے۔ آپ قرآنی آیات سے مجھے وہ واضح آیات بتلادیں۔ جن سے جناب مسیح علیہ السلام کا زندہ بر چرخ چہارم مع جسم عنصری ثابت ہو۔ مولوی صاحب فرمانے لگے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بڑے اجل عالم فاضل تھے۔ اسوقت دنیا میں انکا مقابلہ کرنیوالا کوئی نہیں ہے۔ انکے مرید بھی بڑے علم والے ہیں اور نماز کے بھی خوب پابند ہیں۔ ان لوگوں سے بحث مباحثہ قرآن کریم سے نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ حدیث سے یا عقلی دلائل سے کرنا چاہیئے۔ مرزا صاحب عالم تو بڑے تھے۔ انکو الہام بھی ہوتے تھے۔ مگر دائیں طرف انکی فرشتے آتے تھے۔ اور بائیں طرف شیطان رہتا تھا۔ اسواسطے انکی کتابیں اور تعلیم ماننی نہیں چاہیئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ مولویصاحب اپنے جہلاء چیلوں کو اسی قسم کی باتیں محض بے دلیل سکھاتے ہوئے رفو چکر ہوگئے۔ اور اپنی زبان سے ثابت کر گئے۔ کہ قرآن عظیم کے سچے اور حقیقی وارث مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکی جماعت ہے۔

ایک اور ..... ملاں کی کذب بیانی سنیئے مجھسے گفتگو میں میدان دلائل میں یہ کذاب ملاں نہایت تنگ ہوا۔ اور کوئی سوراخ اسکو نکلنے کا نہ ملا۔ تو اپنے نالائق چیلوں کو الگ لیجا کر سمجھانے لگا۔ کہ یہ لوگ ظاہر طور پر نماز پڑھتے ہیں۔ جسوقت تنہا ہوں۔ اسوقت چھوڑ دیتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں مانتے۔ اور ہم لوگوں کے سخت دشمن ہیں۔ اور بہت خراب کام کرتے ہیں۔ پیشاب کرتے ہوئے ایک چلو پیشاب لیکر اپنی ڈاڑھی کو لگا لیتے ہیں اور جس جگہ ہم لوگوں کے بیچ میں آتے ہیں۔ تو ڈاڑھی کو خوب ہلاتے ہیں۔ تاکہ اس پیشاب سے ہمارے کپڑے اور بدن ناپاک کر دیں۔ حاظرین میں سے چند مریدوں نے تو اسی وقت مولویصاحب کے منہ پر بجائے... کے چھینٹے ڈالنے کے تھوکا۔ یعنی کہا کہ یہ آپکی بات محض بیہودہ لغو اور خبیث ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے مولویوں سے بچا دے"۔ آمین۔

### دوکانیں نہ آئیں

سکرٹری صاحب انجمن احمدیہ قادیان اطلاع دیتے ہیں کہ کوئی صاحب جلسے کے موقعہ پر خورد و نوش کی دوکان یا دوکانیں قادیان میں نہ لائیں کیونکہ مجلس ناظم جلسہ پسند نہیں کرتی کہ احمدی جلسہ کو میلہ کا سا رنگ دیا جائے قبل از وقت اطلاع دی گئی ہے تاکہ بعد میں کسی کو شکایت نہ ہو۔

### درخواست دعا

اخویم بابو سراج الدین صاحب سٹیشن ماسٹر ملکاپور اپنی اکلوتی لڑکی کے سخت بیمار ہونیکی اطلاع دیتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ احباب اس عزیزہ کی صحت کیلئے دعا فرمائیں۔

برادر میرن صاحب بستی رنداں ضلع ڈیرہ غازیخاں سے اطلاع دیتے ہیں کہ وہاں مرض ذات الجنب زوروں پر ہے جس سے بعض لوگ فوت ہو گئے ہیں اور بعض مبتلا ہیں دعا کیجائے کہ اس قصبے سے خداوند کریم اس مرض کو دور فرمائے۔

### نماز جنازہ

منشی محمد حسین صاحب ظفروال سے اپنی والدہ اور اخویم غلام احمد صاحب پنڈہ پور کشمیر سے اپنی اہلیہ کے فوت ہونے کی اطلاع دیتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون احباب نماز جنازہ غائب پڑھیں۔

### ایک تجربہ کار مشیر

قاضی عبدالرحیم صاحب جن کی زیر نگرانی صدر انجمن احمدیہ کی عمارات تعمیر ہوئی ہیں۔ اپنے فن میں تجربہ کار اور ماہر شخص ہیں۔ اور انکی قابلیت کا اظہار تعلیم الاسلام ہائی سکول اور بورڈنگ ہوس کی رفیع الشان بلڈنگس اور منارۃ المسیح کر رہے ہیں۔ آج کل وہ بوجہ انجمن کے عمارتی کام کے ختم ہو جانے کے فارغ ہیں۔ اور اپنی تجربہ کاری سے احباب کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ قاضی صاحب موصوف نقشہ نویسی بھی خوب جانتے ہیں۔ اسلئے اگر ہمارے بھائی اپنے تعمیر کے کام میں ان سے مشورہ لینگے۔ یا نقشہ بنوائینگے۔ تو امید ہے کہ بہت فائدہ میں رہینگے۔ نیز باہر رہنے والے احباب جو رخصت نہ ملنے یا کسی اور وجہ سے اپنی زیر نگرانی دارالامان میں مکان نہیں بنوا سکتے۔ وہ اس کام کو قاضی صاحب کے سپرد کر سکتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الفضل

قادیان دارالامان - ۱۲ر دسمبر ۱۹۱۶ء

## اپنے آپ کو خدا کے انعامات کا مستحق بناؤ

بر بذل مال در رہش کسے مفلس نمی گردد
خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا

تجربہ اور مشاہدہ عقل اور نقل سے یہ بات بپایۂ ثبوت پہنچ چکی ہے کہ تمام ترقیں اور اعلیٰ مراتب کچھ خرچ کرنے سے ہی حاصل ہوا کرتے ہیں۔ ایک زمیندار اپنے گھر کو غلے سے نہیں بھر سکتا جبتک کہ پہلے اپنے کچھ غلے کو خاک میں نہ ملائے ایک تاجر نفع نہیں حاصل کر سکتا جب تک کہ اپنی پونجی سے فروختنی اشیاء اپنی دوکان میں مہیا نہ کرے کوئی شخص اعلیٰ عملی قابلیت حاصل نہیں کر سکتا جبتک کہ اپنا مال اپنا وقت اپنا دماغ ابتداءً اس کے حصول کے لئے خرچ نہ کرے غرض جو شخص روپیہ کی ترقی چاہتا ہے اسکو روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے جو اپنا غلہ بڑھانا چاہتا ہے اس کو کچھ غلہ خاک میں ملانا پڑتا ہے اور جو دماغی قابلیت کو نشوونما دینا چاہتا ہے اسکو اپنا دماغ خرچ کرنا پڑتا ہے لیکن باوجود اس کے نہ کسی زمیندار کو نہ کسی تاجر کو اور نہ کسی دماغ صرف کرنے والے کو یقینی طور پر یہ امید ہو سکتی ہے کہ میں ضرور ہی فائدہ میں رہونگا کیونکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیچارہ زمیندار جو کچھ زمین میں ڈالتا ہے اس کا عشر عشیر بھی اسے دستیاب نہیں ہوتا اسی طرح ایک تاجر کو بھی بعض وقت بجائے نفع کے نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور اسی طرح یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض دماغی ریاضت کرنے والے بجائے دماغی ترقی کے پاگل اور مجنون ہو کر اپنی پہلی قابلیت کو بھی گنوا بیٹھتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کیلئے جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے اس میں اس قسم کے خطرات نہیں ہوتے بلکہ اسمیں یقینی طور پر فائدہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مثل الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ یضٰعف من یشاء کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنیوالے یقیناً اسی طرح فائدہ میں رہتے اور اپنے خرچ کے مقابلہ میں غیر محدود انعام واکرام پاتے ہیں جس طرح ایک کامیاب زمیندار ایک دانے کے خرچ کرنے سے سینکڑوں دانے حاصل کرتا ہے۔

دنیا ایکدفعہ تو خدا تعالیٰ کے اس قول کو اپنی آنکھوں پورا ہوتا دیکھ چکی ہے اور اسے خوب یاد ہے کہ صحابہ کرام رضؓ نے اس سے کس طرح فائدہ اٹھایا ہے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جنہوں نے اپنا تمام مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا تھا خدا تعالیٰ نے انکو قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا مالک بنا دیا اور ایک زبردست حکومت ان کے ہاتھ میں دیدی وہ عرب کے باشندے جو امی اور جاہل کہلاتے تھے خدا تعالیٰ کے کلام میں تدبر کرنے کی وجہ سے ان کو وہ قابلیت عطا ہوئی کہ بڑی بڑی حکومتیں حیران رہ گئیں وہ عرب جنہیں اتنی بھی ہمت نہ تھی کہ اپنے صحرا سے باہر قدم رکھیں خدا کی راہ میں اپنی طاقت خرچ کر کے اسقدر قوت حاصل کی کہ ایک ایک مسلمان ہزار ہزار رومی اور ایرانی پر بھاری ہو گیا۔ غرض اگر انہوں نے ایک جھونپڑا خدا تعالیٰ کے لئے قربان کیا تو اسکے بدلہ میں محلوں اور ایوانوں کے وارث بنائے گئے اگر انہوں نے عقل و فہم کو خدا کی راہ میں لگایا تو اسمیں بھی ان کو وہ ترقی حاصل ہوئی کہ شاہی دماغوں پر سبقت لے گئے اور جو چیز بھی انہوں نے خدا کی راہ میں خرچ کی اسی میں خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق ان کو بےنظیر ترقی عطا فرمائی۔

اللہ اللہ خدا تعالیٰ کی ذات بھی کیسی محسن ہے کہ ہم اسی کی دی ہوئی چیز کو اسکی راہ میں خرچ کرتے ہیں لیکن وہ ہمارے خرچ کرنے کو اپنے ذمہ ایک واجب الادا قرض قرار دیتا ہے اور پھر کثیر نفع کے ساتھ ہمیں واپس کرتا ہے فرماتا ہے من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضٰعفہ لہ اضعافاً کثیراً واللہ یقبض ویبسط کہ کون ہے جو ترقی حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو ہم ترقی کا ایک گر بتاتے ہیں اور وہ یہ کہ ہماری راہ میں اپنے مال کو خرچ کرے جب کوئی ایسا کریگا تو ہم نفع کثیر کے ساتھ اسکو اسکا مال پھر واپس دیدینگے کیونکہ ہمارا قاعدہ ہے کہ جو کچھ کسی سے ہم لیتے ہیں اسکو بہر ترقی دیتے ہیں

یہ ترقی کا گر ایک ایسا گر ہے جو تجربہ اور مشاہدہ میں آچکا ہے اور اب بھی اپنے اندر وہی صداقت رکھتا ہے جو موجودہ زمانہ سے پہلے رکھتا تھا اسی گر کو کام میں لانیکی وجہ سے تمام انبیاء کی جماعتیں کامیاب اور بامراد ہوتی رہی ہیں اور اب بھی وہی جماعت کامیابی کا منہ دیکھ سکے گی جو اس پر عمل پیرا ہو گی۔ اسوقت صفحہ دنیا پر اگر کوئی ایسی جماعت ہے جس نے ایک عظیم الشان نبی کی آغوش شفقت میں پرورش پائی ہے تو وہ احمدیہ جماعت ہی ہے اسلئے اسکا فرض ہے کہ بام ترقی پر پہنچنے کے لئے خدا تعالیٰ نے جو گر بتایا ہے اس کو کام میں لائے۔

ہماری جماعت کو یاد رہنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے اسے ایک ایسے نبی کے قبول کرنیکا شرف بخشا ہے۔ جو جری اللہ فی حلل الانبیاء ہے لیکن یہ شرف اسوقت صحیح معنوں میں شرف کہلا سکتا ہے جبکہ ہم اپنے آپکو ان انعامات کے حاصل کرنے کے قابل بنا دیں جو انبیاء سابقین کی جماعتوں کو عموماً اور آنحضرتؐ کے صحابہ کو خصوصاً حاصل ہوئے۔ کیونکہ ہم آخرین منہم کے مطابق انہیں میں گنے گئے ہیں۔ ان انعامات کے حاصل کرنے کے ہم کس طرح قابل ہو سکتے ہیں اسی طرح کہ صحابہ کرام کی طرح اپنا سب کچھ خدا تعالیٰ کے لئے قربان کر دینے کا تہیہ کر لیں یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور ذرہ نوازی ہے کہ اسنے ہمیں ان حالات میں سے نہیں گذارا جن میں جان دینے کی بھی ضرورت پیش آتی ہے اور ہماری حفاظت کا فرض گورنمنٹ انگلشیہ کو سپرد کر دیا ہے لیکن کیا ہمارا یہ فرض نہیں ہے کہ اس اتنی بڑی رعایت کے مقابلہ میں باقی جو کچھ بھی ہے اسکو نہایت جوش اور فراخ حوصلگی سے خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں۔

پس ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہئے کہ اپنی حقیقت اور ذمہ داری کو سمجھیں اور اپنے دماغ اپنے اوقات اور اپنے اموال کو خدا تعالیٰ کے لئے صرف کریں جب مجموعی حیثیت سے تمام جماعت میں یہ ولولہ اور جوش پیدا ہو جائیگا تو پھر خدا تعالیٰ کے انعام واکرام کے دروازے کھل جائینگے ہم اپنے بیشتر لوگوں کے واقعات دیکھ رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ذات غیور ہے وہ کسی کا حق نہیں رکھتا۔ [illegible]

بڑھ چڑھ کر معاوضہ دیتا ہے کہ منعم شرمندہ ہو جاتا ہے کہ میں نے خدا کی راہ میں کیا خرچ کیا اور خدا نے مجھے کیا کچھ دیا ہے۔ پس ہمارے دوستوں کو یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ وہ خدا کی راہ میں کچھ خرچ کرینگے تو وہ ضائع چلا جائیگا بلکہ ان کا خرچ کرنا ایک بیج ہوگا جو اپنے وقت پر پھل لائیگا اور اسقدر پھل لائیگا کہ سمیٹے نہ سمیٹنگے۔ ہم بطور ہمدردی ان اصحاب کی خدمت میں جو سلسلہ کی ضروریات کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے اسکی امداد میں سستی کرتے ہیں عرض کرتے ہیں کہ وہ اپنی غفلت سے بیدار ہو جائیں اور خوب یاد رکھیں کہ اس طرح وہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں خدا کے کام رکے نہیں رہتے وہ ضرور پورے ہو کر رہینگے لیکن مبارک ہونگے وہ لوگ جن کے ذریعہ سے پورے ہونگے باوجود جماعت کی کافی تعداد کے سلسلہ کی ضروریات کے پورا ہونے میں سخت دقتیں پیش آتی رہتی ہیں اسکی یہی وجہ ہے۔ کہ اس حصہ جماعت کی تعداد بہت کم ہے جو سلسلہ کی ضروریات کو محسوس کرتے ہیں اور پھر عملاً ہر موقعہ پر اپنے اموال کو خرچ کرتے ہیں اگر جماعت کا ہر فرد خواہ غریب ہو یا امیر حسب توفیق سلسلہ کی خدمت میں حصہ لے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود جری اللہ فی حلل الانبیاء نے اپنی جماعت کے ہر فرد پر چندہ دینا اسقدر ضروری قرار دیا ہے کہ اگر کوئی شخص تین ماہ متواتر دینے میں سستی کرے تو اسکے متعلق فرمایا کہ وہ میری جماعت سے نہیں ہے اگر ہر ایک احمدی کو اپنے اسلام کی فکر ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ آئے دن سلسلہ کو ان مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت مسیح موعود کی یادگار جلسہ سالانہ کا مبارک اجتماع ہوگا اسمیں حتی المقدور احباب حاضر ہونے کی کوشش کریں اور جنھوں نے ابتک دینی خدمت میں سستی دکھائی ہے وہ اسکی احسن طور پر تلافی کریں اور ومن یعمل سوء او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفوراً رحیماً کے مطابق جنہے اپنی جان پر یہ ظلم کیا کہ ابتک خدا کی راہ میں خرچ نہ کرنے کے باعث انعامات الہی کا اپنے آپکو مستحق نہیں بنایا جلد اللہ تعالےٰ سے بخشش مانگے اور گذشتہ را صلوٰۃ آئندہ را احتیاط پر کاربند ہو کر آئندہ کوئی موقعہ ایسا نہ آنے دے کہ سلسلہ کی کوئی ضرورت ہو اور وہ اسمیں حصہ نہ لے۔

پس جو احباب دینی خدمات میں باقاعدہ حصہ لیتے ہیں وہ جلسہ کے موقعہ پر بڑھ چڑھ کر جوش دکھائیں اور دوسروں کے لئے نیک تحریک کا باعث بنکر اجر عظیم کے مستحق بنیں اور جنھوں نے ابتک کسی وجہ سے سستی دکھائی ہے انکو چاہئے کہ جہانتک ہو سکے اسکی تلافی کریں اور یہ فکر نہ کریں کہ وہ اس سے مفلس ہو جائینگے کیونکہ یہ شیطانی وسوسہ ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے الشیطان یعدکم الفقر کہ خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے سے شیطان ڈراتا ہے کہ تم مفلس ہو جاؤ گے مگر خدا تعالےٰ تم کو مغفرۃ اور فضیلت دینا چاہتا ہے۔ پس احباب حضرت مسیح موعود کے اس شعر کو کہ ؎

بہ بذل مال در راہش کسے مفلس نمیگردد
خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا

ورد زبان بنائیں اور اسکو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہمہ تن تیار ہو کر جلسہ میں حاضر ہوں۔ واللہ عندہٗ اجر عظیم۔

## آریہ صاحبان کی ہمت کو دیکھو

امیر فنک نہیں کہ موجودہ زمانہ میں صرف جماعت احمدیہ کو ہی یہ فخر حاصل ہے کہ وہ اپنے اموال کو محض خدا کے لئے اسکی راہ میں خرچ کرنیکی سعادت رکھتی ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری جماعت خدا کے لئے اپنے اموال کو خرچ کرنے میں تمام ان لوگوں سے آگے آگے نظر آئے جنکے پیش نظر دنیا اور صرف دنیا ہے۔

چند دن ہوئے آریہ سماج لاہور کا سالانہ جلسہ ہوا اسمیں جس فراخ حوصلگی اور جوش کے ساتھ آریہ صاحبان نے چندہ دیا ہے وہ ہماری جماعت کے لئے تازیانہ عبرت ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ ان لوگوں کے جوش اور ولولہ کا نمونہ ہے جو خدا تعالےٰ سے اپنا کوئی تعلق نہیں ثابت کر سکتے۔ اور نہ ہی کوئی زندہ نمونہ پیش کر سکتے ہیں۔ وہ صرف دنیاوی فوائد اور علوم جدیدہ کی خاطر چندہ جمع کرتے ہیں اور ایک ہی مجلس میں ۵۹ ہزار نقد اور ۲۵ ہزار کے وعدے ہو جاتے ہیں۔ مانا کہ یہ قوم مالدار ہے لیکن دوستو ان کے پاس وہ چیز نہیں ہے جس کا خدا نے تم کو وارث بنایا ہے مگر کچھ ہی کام کی سرانجام دہی کے لئے انمیں کسقدر جوش ہے۔ پس اے جماعت احمدیہ کے ممبرو! آپ اس بات کو جانتے ہوئے کہ جو کچھ آپ خدا کی راہ میں دینگے اسکا ایک حبہ بھی ضائع نہیں جائیگا۔ بلکہ کئی گنا زیادہ ہو کر واپس ملیگا پس تم کیوں نمونہ نہیں دکھلاتے جس کی تم سے توقع اور امید کیجا سکتی ہے خدا نے اپنے فضل سے آپ لوگوں کو چنا اور اس مسیح کی غلامی کا شرف بخشا ہے جسکے انتظار میں ایک عالم چشم براہ رہا ہے لیکن بتلاؤ آپ لوگوں نے اس انعام اور شرف کے مقابلہ میں کیا کیا دوستو! ہمارے لئے بڑے افسوس اور رنج کا مقام ہے کہ باطل پرست تو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اپنے مال نچھاور کریں اور بیدریغ کریں لیکن ہم سستی دکھائیں۔ ہمارا سالانہ جلسہ بھی سر پر آگیا ہے اسلئے ضرورت ہے اس بات کی کہ ہماری جماعت کا ہر ایک فرد اسکو کامیاب اور شاندار بنانے میں حصہ لے اور دنیا پر ثابت کر دے کہ ہم باوجود غریب اور مفلس ہونے کے خدا تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بڑا فراخ حوصلہ اور غنی دل رکھتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ہمارے احباب کو اسکی توفیق دے۔

ہم امید رکھتے ہیں کہ اب جبکہ سالانہ جلسہ کے انعقاد کو بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ ہمارے احباب ترسیل چندہ کی طرف خاص توجہ فرماوینگے۔ اور منتظمین جلسہ کی امداد کر کے اجر عظیم حاصل کرینگے۔

## اصنام پرستوں کے ناپاک خدا

کلکتہ کے ایک برہمن جگو ناتھ چکرورتی نامی اور اسکے قبیلہ کے لوگوں نے کئی روز تک اسلئے کھانا نہیں کھایا کہ کسی شخص نے انکے معبود ”مرچ“ کو چرا لیا تھا برہمن مذکور نے بتوں کے حاصل کرنے کیلئے عدالت میں چارہ جوئی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکے کھوئے ہوئے معبود اسے پھر واپس ملگئے مگر ابتک بھی اسنے اور اسکے خاندان نے کھانا کھانا شروع نہیں کیا جس کی وجہ اسنے یہ بیان کی کہ ہمارے معبود پلید ہو گئے ہیں اب ہم انکی عبادت نہیں کر سکتے۔

اللہ اللہ! انسان بھی کیسا نادان ہے کہ اس زبردست

# حق کبھی باطل نہیں ہوتا

## حضرت خلیفۃ المسیح کا ایک خطبہ جمعہ اور اُسپر اعتراضات کے جواب

(نمبر ۴)

کیا نبی کے لئے صاحب شریعت اور صاحب کتاب ہونا ضروری ہے

دوسروں کو دھوکہ دے کر اپنا اُلّو سیدھا کرنے کی کوشش کرنا ہمیشہ سے ایسے ہی لوگوں کا وطیرہ رہا ہے۔ جو تقویٰ وصلاحیت۔ دیانت اور امانت سے عاری ہوتے ہیں۔ اس کے ثبوت کے لئے ہمیں زمانۂ بعید پر نظر ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ عصر حاضرہ میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو اپنے افعال و اقوال۔ تقریر و تحریر سے اس کلیہ کی تصدیق کر رہے ہیں۔ وہ کون ہیں؟ وہ ہمارے یاران کہن اور عدوان نو ہیں جن کا طغرائے امتیاز "غیر مبائع" کا منحوس اور مکروہ جملہ ہے۔

ہمارے اور ان کے درمیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان اور درجہ کے متعلق نزاع ہے۔ اور اس نزاع کا فیصلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں سے ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن کسقدر افسوس کا مقام ہے کہ غیر مبائع اس طریق سے فیصلہ کرنے کی طرف ہرگز نہیں آتے۔ اور محض دھوکہ اور شرارت کے طور پر حضرت اقدس کی بعض تحریروں کا وہ مطلب اور مفہوم لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جو آپ کی منشا کے بالکل خلاف اور آپ کی دوسری تحریروں کے بالکل متضاد اور متخالف ہے کیا یہ اس برگزیدہ خدا کی ہتک اور سخت ہتک نہیں جسکو نبی نہ سہی۔ مجدد عظیم الشان مصلح۔ مہدی اور مسیح موعود تو وہ بھی سمجھتے ہیں۔ ضرور ہے۔ کیونکہ آپ کی کسی تحریر کو ایسے رنگ میں ظاہر کرنا جس کا آپ نے صاف طور پر انکار کیا ہو یا اس کا وہ مفہوم پیش کرنا جس کو دوسری جگہ واضح الفاظ میں آپ نے خود ہی رد کر دیا ہو۔ ایک ایسی جرأت نامعقول اور حرکت بیجا ہے کہ جسکے ارتکاب کی کسی احمدی کو تو ہرگز جرأت نہیں ہو سکتی۔ ہاں جو شخص حضرت مسیح موعود کی شان سے ہی ناواقف ہے۔ وہ ایسا کرے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ اس طرح کرنے والے بھی اپنے آپ کو احمدی اور راسخ الاعتقاد احمدی سمجھتے ہیں۔

کاش! ان کو حق کی مخالفت اس قدر اندھا نہ کر دیتی اور ہماری مخالفت میں اسقدر نہ بڑھ جاتے کہ جری اللہ فی حلل الانبیاء کی ہتک کا موجب بنتے۔ غیر مبائع حضرات کا تمام مسائل میں ناکام ہونے کے بعد اب سارا زور اسبات پر آ رہا ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے۔ حضرت مسیح موعود کی نبوت کو پیچیدہ بنا دیں اور آپ کی تحریروں کا غلط مفہوم بتلا کر آپ کو نبی یقین کرنے والوں کے لئے مشکلات پیدا کر دیں۔ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اس مقصد میں بھی ان کو کبھی کامیابی کا چہرہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا

حضرت خلیفۂ ثانی کے خطبہ جمعہ پر اعتراض کرنیوالے نادان معترض نے اسی قسم کی کوشش کی ہے۔ لیکن ہم خدا کے فضل سے اس کی باطل آرائی کا ابھی قلع قمع کئے دیتے ہیں اگر اس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل کا مادہ باقی ہے۔ تو اُمید ہے کہ وہ اپنی غلط کاری کا اعتراف کریگا۔

معترض نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبی نہ ہونے کے متعلق آپ کی کتاب تریاق القلوب کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کی ہے کہ:-

"اپنے دعویٰ کے انکار کرنیوالے کو کافر کہنا یہ صرف اُن نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کیطرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جسقدر ملہم اور محدّث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں۔ اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا"

اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ اس عبارت نے "گویا اسبات کو صاف کر دیا ہے کہ نبی وہی ہوتے ہیں۔ جو شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ اور جو ایسے نہیں۔ وہ خواہ کتنی ہی اعلیٰ شان رکھتے ہیں۔ لیکن محدث اور ملہم ہی ہوں گے۔ نبی وہ نہیں ہو سکتے"

حضرت اقدس کی مندرجہ بالا تحریر سے یہ نتیجہ اخذ کرنیوالے نے جہاں عقل سے کورہ اور دانش سے بے بہرہ ہونے کا نمونہ دکھایا ہے وہاں اپنے جہل مرکب ہونے کا بھی ثبوت بہم پہونچا دیا ہے کیونکہ اس کی مندرجہ بالا عبارت میں "لیکن محدث اور ملہم وہی ہونگے" کا بے جوڑ اور غیر مربوط فقرہ اس کی ہمہ دانی پر مرثیہ خوانی کر رہا ہے۔ لیکن یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ ہر ایک وہ شخص جو حق کی مخالفت اور باطل کی تائید کے واسطے کھڑا ہوتا ہے۔ وہ وہی ہوتا ہے۔ جو عقل سلیم اور فکر رسا کو خیرباد کہہ چکا ہوتا ہے اور یہ ایک ایسی ثابت شدہ حقیقت ہے۔ کہ اس کی تفصیل جانے کی ضرورت نہیں۔ پس ہم اسے یہیں چھوڑتے ہوئے اصل موضوع کی طرف واپس آتے ہیں:-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا تحریر اپنے مفہوم میں بالکل صاف ہے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ

"نبی وہی ہوتے ہیں جو شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں"

ایک ایسی کھلی نادانی اور جہالت ظاہر ہے، جو صرف "پیام" کے مضمون نگار کے حصہ میں ہی آ سکتی ہے۔ ورنہ کوئی عقلمند اس کا وہ مطلب نہیں سمجھیگا جو اس نے سمجھا ہے۔ کیونکہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ:-

"اپنے دعوے کے انکار کرنیوالے کو کافر کہنا یہ صرف اُن نبیوں کی شان ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں"

ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک دو قسم کے نبی ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو "خدا تعالیٰ کیطرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں" اور ایک وہ جو شریعت اور احکام جدیدہ نہیں لاتے۔ کیونکہ اگر آپ یہ یقین نہ رکھتے۔ بلکہ یہی سمجھتے کہ "نبی وہی ہوتے ہیں جو شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں" تو پھر آپ یہ تحریر نہ فرماتے کہ:-

"اپنے دعوے کے انکار کرنیوالے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں"

بلکہ آپ یہ لکھتے کہ:-

"اپنے دعوے کے انکار کرنیوالے کو کافر کہنا صرف نبیوں کی شان ہے"

لیکن آپ نے ایسا نہیں لکھا۔ اور "ان نبیوں" کے الفاظ

ایک خاص قسم کے نبیوں کی طرف اشارہ فرما کر ان کی یہ خصوصیت بیان فرمادی ہے کہ "خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ یہ اس بات کا صاف اور بین ثبوت ہے۔ کہ آپ کے نزدیک ایسے بھی نبی ہوتے ہیں۔ جو کوئی شریعت اور احکام جدیدہ نہیں لاتے۔ ورنہ آپ کو ان نبیوں کے متعلق یہ خصوصیت بیان فرمانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ کسی امتیاز خاص کیلئے کسی چیز کی کوئی خاص خصوصیت اسی وقت بیان کی جاتی ہے۔ جبکہ اس اسی کوئی دوسری چیز بھی ہو۔ اور اس میں وہ خصوصیت نہ پائی جاتی ہو لیکن جب سرے سے مشابہت رکھنے والی کوئی چیز ہی نہ ہو۔ تو وہنی امتیازی علامات نہیں مقرر کی جاتیں۔ پس ہم پیام کے نامہ نگار صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اگر حضرت اقدس کی اس تحریر سے تمہارا اخذ کردہ یہ نتیجہ درست ہے۔ کہ "وہ نبی وہی ہوتے ہیں جو شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں" تو پھر تبلائیے کہ حضرت اقدس کو "ان نبیوں" کی یہ خصوصیت بیان کرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی کہ "جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں" جب اس بات کے سوا کوئی نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ تو پھر خصوصیت کے طور پر اس کے بیان کرنے کے کیا معنی؟

پیام کے نامہ نگار کو اپنی لیاقت اور قابلیت کے گھمنڈ میں خاصان خدا کے منہ آنے کی ہمیشہ سے عادت ہے۔ کیا ہماری التجا پر توجہ کر کے جواب دینے کی کوشش نہیں کریگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مندرجہ بالا تحریر بعینہ اسی طرح کی ہے جس طرح کوئی یہ کہے۔

"اپنے دشمنوں کو سزا دینا صرف ان انسانوں کا کام ہے جو اپنے بازوؤں میں قوت اور ہاتھوں میں طاقت رکھتے ہیں"

کیا کوئی عقلمند انسان اس سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اس لکھنے والے کے نزدیک انسان وہی ہو سکتے ہیں۔ "جو اپنے بازوؤں میں قوت اور ہاتھوں میں طاقت رکھتے ہیں"۔ اور جن کو یہ بات حاصل نہیں۔ وہ انسان ہی نہیں ہو سکتے۔ ہرگز نہیں۔ پھر حضرت مسیح موعود کی تحریر سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ "نبی وہی ہوتے ہیں۔ جو شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں" کہاں کی عقلمندی ہے۔ ہاں جو شخص عقل و فکر کو جواب دے چکا ہے وہ اگر یہی سمجھتا ہے۔ تو اسے ہم معذور قرار دینگے۔

یہ تو اس حوالہ کی حقیقت ہے جسے پیام کے مضمون نگار نے پیش کیا ہے۔ اگرچہ ہم جو کچھ اوپر لکھ آئے ہیں اسی سے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک ایسے بھی نبی ہوتے ہیں۔ جو کوئی شریعت اور احکام جدیدہ نہیں لاتے۔ لیکن ہم اسی پر اکتفا نہ کرتے ہوئے آپ کی ان تحریروں کا بھی لکھ دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ جنہیں آپ نے اس مسئلہ کو نہایت وضاحت کے ساتھ صاف فرما دیا ہوا ہے۔

حضرت اقدس چشمہ معرفت صفحہ ۱۷ پر خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ نازل ہونے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"خدا تعالیٰ کے احکام جو امر اور نہی کے متعلق ہوں وہ عبث طور پر نازل نہیں ہوتے۔ بلکہ ضرورت کے وقت خدا کی نئی شریعت نازل ہوتی ہے یعنی ایسے زمانہ میں نئی شریعت نازل ہوتی ہے۔ جبکہ نوع انسان پہلے زمانہ کی نسبت بدعقیدگی اور بدعملی میں بہت ترقی کر جائے۔ اور پہلی کتاب میں ان کے لئے کافی ہدایتیں نہ ہوں"

اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ نئی شریعت (کتاب) خدا تعالیٰ کی طرف سے اسی وقت نازل ہوتی ہے۔ جبکہ پہلی کتاب میں اس وقت کے لوگوں کے لئے کافی ہدایتیں موجود نہ ہوں۔ اب اگر غیر مبائع اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس لئے نبی نہیں مانتے۔ کہ آپ کوئی جدید شریعت نہیں لائے۔ تو انہیں چاہیئے۔ کہ قرآن کریم کو (نعوذ باللہ) ایک ناقص کتاب ثابت کریں۔ لیکن جب تک وہ ایسا نہیں کرتے۔ اس وقت تک ان کا یہ عذر ایک بدترین عذر ہے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ اور یقیناً نہیں کر سکتے تو انہیں شرم کرنی چاہیئے۔ کہ کیسی نامعقول بات پیش کر رہے ہیں۔

پھر دیکھئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:-

"نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانیوالا ہو۔ اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں ہے"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸)

پھر ایک غلطی کا ازالہ میں آپ فرماتے ہیں کہ:-

"نبی کا شارع ہونا شرط نہیں۔ یہ صرف موہبت ہے جس سے امور غیبیہ کھلتے ہیں"

ان تحریروں کو پیش کر کے ہم پیام کے پردہ نشین نامہ نگار سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر تمہارے نزدیک حضرت مسیح موعود ؑ نے اس بات کو صاف کر دیا ہے کہ "نبی وہی ہوتے ہیں جو شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں" تو تبلائیے کہ ان تحریروں کا کیا مطلب اور کیا منشاء ہے۔ کیا ان میں حضرت اقدس نے نہایت واضح طور پر نہیں بتلا دیا کہ "نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری نہیں" اور یہ کہ "نبی کا شارع ہونا شرط نہیں" خدا تعالےٰ کے خوف کو دل میں جگہ دیکر انصاف کیجئے کہ کس بات کو حضرت اقدس نے صاف کر دیا ہے۔

پیغام کا نامہ نگار اگر اب بھی اپنی غلطی یا نادانی کا اقرار نہ کرے تو بڑے ہی افسوس کی بات ہوگی۔ غلطی اور فروگذاشت کا اقرار کر کے اصلاح کر لینا نہایت پسندیدہ بات ہے۔ اور باوجود انکشاف تام کے اصرار کئے رہنا شرافت اور نجابت سے بہت بعید۔ ہم دیکھیں گے کہ ان دونوں باتوں میں سے پیام کا مضمون نگار کس کو اختیار کرتا ہے۔

پھر اپنی تائید میں اس نے ایک اور حوالہ بھی پیش کیا ہے۔ جو یہ ہے کہ:-

"انبیاء علیہم السلام کے انکار سے سلب ایمان تو بالکل واضح امر ہے۔ اور سب مانتے ہیں۔ لیکن پھر بھی یاد رکھنا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کے انکار سے سلب ایمان اس لئے ہوتا ہے کہ نبی کہتے ہیں۔ ہم خدا کی طرف سے آئے ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں یہ میرا قول ہے۔ یہ میرا نبی ہے۔ اس پر ایمان لاؤ۔ میری کتاب کو مانو اور میرے احکام پر عمل کرو۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان نہیں لاتا۔ اور ان وصایا اور حدود پر جو اس میں بیان کئے گئے ہیں۔ عمل نہیں کرتا ہے۔ وہ ان سے منکر ہو کر کافر ہو جاتا ہے" (الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء)

یہ حوالہ بالکل آسان اور واضح الفاظ میں ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں۔ اس لئے اس کا اصل مطلب اور صحیح مفہوم نہایت آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن کس قدر حیرانی اور تعجب کا مقام ہے کہ مضمون نگار نے اس کا وہ مفہوم سمجھا ہے۔ جو کوئی عقلمند نہیں سمجھ سکتا۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ:-

"گویا ۱۹۰۵ء میں بھی حضرت اقدس کا یہی مذہب تھا کہ نبی صاحب کتاب ہوا کرتا ہے کیونکہ

## آپ انبیاء کے انکار سے سلب ایمان کی وجہ کتاب ہی کا انکار بتاتے ہیں

ناظرین کرام مندرجہ بالا حوالہ کو پڑھیں۔ اور پھر مضمون نگار کے ان الفاظ پر غور کریں۔ کیا یہ انکے اپنے دماغ کی محض اختراع نہیں ہم نے تو بڑے غور و فکر سے ایکبار نہیں۔ بلکہ کئی بار حضرت مسیح موعود کے مندرجہ بالا الفاظ کو پڑھا ہے۔ اور نہایت دل کے ساتھ پڑھا ہے۔ لیکن ایک بار بھی تو کوئی خفیف سے خفیف اشارہ اس بات کے متعلق نظر نہیں آیا کہ "حضرت اقدس کا یہی مذہب تھا کہ نبی صاحب کتاب ہوا کرتا ہے"۔ اور نہ ہی یہ معلوم ہوا ہے کہ آپنے "انبیاء کے انکار سے سلب ایمان کی وجہ کتاب ہی کا انکار" بتایا ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ اس روایتی راہب [?] کی طرح جس کے منہ سے شدت جوع کی وجہ سے بے اختیار دو اور دو کی حاصل جمع چار روٹیاں نکل گئی تھی۔ پیغام کے مضمون نگار کو بھی ہماری شدت مخالفت کی وجہ سے سب کچھ ہمارے خلاف ہی نظر آتا ہو۔ لیکن کوئی صاحب ہوش و خرد ہرگز اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ کیونکہ وہ خوب سمجھ سکتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سلب ایمان کی وجہ کتاب ہی کا انکار نہیں بتایا۔ بلکہ آپنے تو صاف طور پر فرمایا ہے کہ۔

"انبیاء علیہم السلام کے انکار سے سلب ایمان اس لئے ہوتا ہے کہ (۱) نبی کہتے ہیں کہ ہم خدا کی طرف سے آئے ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں۔ یہ میرا قول ہے (۲) یہ میرا ایلچی ہے۔ اس پر ایمان لاؤ (۳) میری کتاب کو مانو۔ اور میرے احکام پر عمل کرو۔ جو شخص اللہ تعالےٰ کی کتاب پر ایمان نہیں لاتا۔ اور ان وصایا اور حدود پر جو اس میں بیان کئے گئے ہیں۔ عمل نہیں کرتا۔ وہ ان سے منکر ہو کر کافر ہو جاتا ہے"۔

گویا آپ کے نزدیک اس شخص کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ جو (۱) انبیاء کے قول کو خدا کا قول نہیں سمجھتا (۲) خدا کے نبی پر ایمان نہیں لاتا (۳) خدا تعالیٰ کی کتاب کو نہیں مانتا۔ اب جو شخص ان تینوں باتوں میں سے کسی ایک کا بھی مرتکب ہوتا ہے۔ اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ نہ یہ کہ صرف کتاب کے نہ ماننے سے سلب ہوتا ہے۔ لیکن مضمون نگار نے کتاب کے ساتھ لفظ "ہی" اپنی طرف سے لگا کر صرف کتاب کے انکار کو سلب ایمان کی وجہ قرار دیا ہے۔ جو اس کی نادانی اور جہالت کا کھلا کھلا ثبوت ہے۔ کیونکہ حضرت اقدس کی تحریر سے ہرگز اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی ملنا چاہیئے۔ کیونکہ آپنے نہایت واضح الفاظ میں بتا دیا ہوا ہے۔ کہ ہر ایک نبی کے لئے صاحب کتاب ہونا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"بعد توریت کے صدہا ایسے نبی بنی اسرائیل میں سے آئے کہ کوئی نئی کتاب ان کے ساتھ نہیں تھی۔ بلکہ ان انبیاء کے ظہور کے مطالب یہ ہوتے تھے کہ تا ان کے موجودہ زمانہ میں جو لوگ تعلیم توریت سے دور پڑ گئے ہوں۔ پھر انکو توریت کے اصلی منشاء کی طرف کھینچیں"۔ شہادۃ القرآن صفحہ ۴۲

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

"بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں۔ جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے"۔ بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء

کیا کوئی عقلمند انسان حضرت اقدس کی ان تحریروں کو پڑھنے کے بعد کہہ سکتا ہے کہ آپکا "یہی مذہب تھا کہ نبی صاحب کتاب ہوا کرتا ہے"۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اگر نبی کے لئے صاحب کتاب ہونا ضروری ہو تو بنی اسرائیل کے وہ "صدہا نبی" جن کے ساتھ کوئی کتاب نہیں تھی۔ اور جو حضرت موسیٰ کی لائی ہوئی کتاب توریت کے اصلی منشاء کی طرف لوگوں کو کھینچتے تھے۔ ان کو آپنے کیوں نبی کہا۔ اور پھر بنی اسرائیل کے وہ نبی جن پر کوئی کتاب نازل نہ ہوئی۔ ان کو آپنے کیوں نبی قرار دیا۔

ضد اور عداوت کا ستیاناس ہو کہ اس نے غیر مبائعین کو کہیں کا نہ رکھا۔ اور ان کے منہ سے وہ کلمات نکلوا دئیے جو حضرت مسیح موعودؑ کی صاف اور کھلی تحریروں کے بالکل خلاف ہیں اگر پیغام کے نامہ نگار میں کچھ بھی عقل و خرد کا مادہ باقی ہے۔ تو وہ سوچے اور غور کرے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کیا فرماتے ہیں۔ اور وہ کیا کہہ رہا ہے۔ کیا ہم امید رکھ سکتے ہیں کہ وہ اپنے فضول اور لغو خیالات کو حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب کرنے سے باز آجائیگا۔ اور آپ کی تحریروں کے سامنے سر تسلیم خم کر دیگا۔

---

## ایک رسالہ پر نئی روشنی کا ریویو اور اس کی اصلاح

الہ آباد سے شائع ہونیوالا روزانہ اخبار "نئی روشنی" رقمطراز ہے کہ "ہمارے دفتر میں ایک رسالہ موسوم بہ "انبیاء کی زندگیاں اندرونی بائبل و قرآن" بغرض ریویو موصول ہوا ہے یہ متوسط تقطیع پر ۲۴ صفحہ کا رسالہ ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ اوسط درجہ کا ہے۔۔۔ ...... نے اس رسالہ میں قرآن پاک سے ان الزامات کے رفع کرنے میں جو بائبل میں انبیاء پر لگائے گئے ہیں۔ بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ ہمنے اس رسالہ کو من اولہ الی آخرہ نہایت غور سے پڑھا ہے۔ افسوس ہے کہ ایک مقام پر مصنف سے ہم کو سخت اختلاف ہے یعنی مصنف صاحب صفحہ ۱۶ پر مرزا غلام احمد صاحب کی نبوت ثابت کرتے ہوئے ختم نبوت سے انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید ہم کو یہی بتاتا ہے کہ نبوت ختم ہوگئی۔ اس میں شک نہیں کہ حضور سرور کائنات سے پہلے بلحاظ ضرورت انبیاء تشریف لاتے رہے۔ مگر آپ کی تشریف آوری کے بعد پھر کسی نبی کی ضرورت نہ رہی۔ چنانچہ قرآن پاک نے کہدیا کہ (الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی) قرآن پاک نے بہت سے قوانین رائجہ کو منسوخ کیا۔ اسی فہرست میں تفویض نبوت کا نام بھی ہے۔ یہ اعتقاد رکھنے والا مسلمان بجائے "ناواقف ہونے" کے حقیقی معنوں میں مسلمان ہے۔ بہر حال قطع نظر اس بحث کے یہ رسالہ مفید ہے۔ اور اس قابل ہے کہ اہل علم اس کا مطالعہ کر کے مصنف کی جانفشانیوں کی داد دیں۔ احمدیہ بک ڈپو قادیان ضلع گورداسپور سے ۱ ؍ کو ملتا ہے"۔

ہمیں افسوس ہے کہ نئی روشنی نے ایک ایسی بات سے کیوں "سخت اختلاف" کا اظہار کیا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر بڑی نعمت اور تمام انسانی خوبیوں سے بڑھ کر بڑی خوبی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی"۔ لیکن اس سے یہ کہاں معلوم ہوا کہ "نبوت ختم ہوگئی"۔ اس میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ دین اسلام مکمل دین ہے۔ اور مسلمانوں پر خدا تعالیٰ نے اپنی نعمت کو پورا کر دیا ہے۔ کیا آپ کے نزدیک۔ خدا تعالیٰ کی نعمت کے مسلمانوں پر پورا ہونے کے یہی معنی ہیں کہ ان سے نبوت ایسی قیمتی چیز چھین لی جائے۔ قرآن کریم نے تو نبوت کو خدا تعالےٰ کی ایک نعمت قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے اذ قال موسیٰ لقومه یقوم اذکروا نعمة الله علیکم اذ جعل فیکم انبیاء۔ پس اگر آپ اتممت علیکم نعمتی کے ارشاد باری کو درست سمجھتے ہیں۔ تو نبوت کی نعمت کو رد نہ کریں۔ اور خدا تعالےٰ کا شکر کریں کہ اس نے امت محمدیہ کو بھی اپنی اس نعمت سے پورا حصہ دیا ہے۔ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو نبی بنا کر بھیجدیا ہے۔ ورنہ اگر آپ اسی عقیدہ پر جمے رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ختم ہوگئی اور کسی کو یہ نعمت نہیں مل سکتی۔ تو یقین کیجئے کہ آپ کا اور آپ کے ہمخیالوں کا یہ اعتقاد اتممت علیکم نعمتی کے ارشاد الٰہی کے بالکل خلاف ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

# خطبہ جمعہ المبارکہ

## حضرت مسیح موعود کے الہامات کا درجہ

### از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح والمہدی ثانی

### فرمودہ یکم دسمبر ۱۹۱۶ء

---

ھوالذی انزل علیک الکتٰب منہ اٰیٰت محکمٰت ھن ام الکتٰب واُخر متشٰبھٰت۔ فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ۔ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔ ربنا انک جامع الناس لیوم لا ریب فیہ ان اللہ لا یخلف المیعاد (آل عمران رکوع اول)

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت قدیم سے چلی آتی ہے کہ اس کے کلام میں ایک حصہ محکمات کا ہوتا ہے اور ایک حصہ متشابہات کا اور اسمیں بڑی بڑی حکمتیں پوشیدہ ہیں ایک حکمت تو یہی ہے کہ اسطرح کمزور ایمان والے اور قوی ایمان والوں کی متقیوں اور غیر متقیوں کی صالحین اور غیر صالحین کی پرکھ ہو جاتی ہے جن لوگوں کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔ وہ تو متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور علم کی کمی یا تقویٰ کی نقصانی یا ایمان کی کمزوری کی وجہ سے ایسی راہ اختیار کر لیتے ہیں جو ان کی ہلاکت کا باعث ہو جاتی ہے لیکن وہ لوگ جنمیں تقویٰ و طہارت کا مادہ ہوتا ہے جن کے ایمان مضبوط ہوتے ہیں اور جن کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی عظمت گھر کئے ہوئے ہوتی ہے وہ متشابہات کے پیچھے ایسے رنگ میں نہیں پڑتے جو ان کے ایمان کے ضائع کرنیکا باعث ہو پس چونکہ اللہ تعالےٰ ہمیشہ سے اپنے مخلص اور پیارے بندوں کو کمزوروں اور منافقوں سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے اسلئے اپنے کلام میں محکم اور متشابہات دونوں کو رکھ دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر نبی پر جو اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوتا ہے اسمیں محکم اور متشابہات ہوتے ہیں ایک بڑی وجہ محکم اور متشابہات کے بیان کرنیکی تو یہی ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جتنی ایسی چیزیں پیدا کی ہیں جنکی تخلیق میں کسی قسم کا انسانی دخل اور تصرف نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ براہ راست خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ایسی بات رکھی گئی ہے کہ ان پر جسقدر غور و خوض کیا جائے ان کے متعلق اسی قدر علم وسیع ہوتا جاتا ہے اور ایسی چیزوں میں خدا تعالےٰ نے ایسے علوم پوشیدہ رکھے ہوتے ہیں کہ جو کبھی ختم ہونے میں نہیں آتے بلکہ جب بھی انسان ان پر غور کرے نئے نئے علوم کھلتے رہتے ہیں دور جانے کی ضرورت نہیں انسان اپنے جسم میں ہی دیکھ لے انسانی جسم کی تشریح کو ہی آجتک دنیا مکمل نہیں کر سکی اسکی اور خصوصیات کو جانے دو۔ جو انسان کے روح اخلاق و عادات کے متعلق ہیں پھر یہ کہ علوم کا منبع کیا ہے علوم کس جگہ سے پیدا ہوتے ہیں انسان کے فیلنگ کا کس چیز سے تعلق ہے وغیرہ وغیرہ یہ مختلف شاخیں ہیں ان سب کو چھوڑ کر صرف انسان کی صحت اور بیماری کو ہی لے لو اسکے متعلق ہی دنیا کسی قطعی فیصلہ پر نہیں پہنچ سکی۔ اس بات پر بحث کی گئی ہے کہ طب یونانی قدیم ہے یا طب ہندی یا یہ کہ دونوں ایک ساتھ شروع ہوئی ہیں یا آگے پیچھے اکثروں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہندی طب پہلے کی ہے اور طب یونانی بعد کی میرے نزدیک بھی یہی بات درست اور صحیح ہے۔ اس لحاظ سے تین زمانے ہوتے ہیں۔ ایک وہ زمانہ جس میں ہندی طب کا نشوونما ہوا۔ اور اس نے اتنی ترقی اور عروج حاصل کیا کہ اسکے ماہرین کے نزدیک کوئی ایسی بات باقی نہ رہ گئی جو انسانی صحت اور تندرستی کے لئے ضروری تھی لیکن اس کے بعد دوسرا زمانہ وہ شروع ہوا جسمیں طب یونانی کا ظہور ہوا اور یہ اتنی بڑھی کہ باوجود اسکے کہ ہندی طب کو ایک علم کہا جاتا تھا اسکے ماہرین نے کہدیا کہ وہ کچھ بھی نہیں ہے بلکہ یہ بھی کہدیا کہ وہ جہالت اور نادانی ہے اسکے بعد تیسرا زمانہ وہ شروع ہوا جسمیں ڈاکٹری شروع ہوئی اور اس نے ایسی ترقی کی کہ آج طب یونانی اور طب ہندی کو اسکے مقابلہ میں ہیچ اور ناکارہ قرار دیا جاتا ہے حالانکہ وہ دونوں اپنی اپنی ذات میں ایک ایک علم ہیں اگر یہ کہا جائے کہ انکی بعض باتیں غلط ثابت ہوئی ہیں اور بعض باتوں میں نقص پایا گیا ہے اسلئے وہ قابل التفات نہیں تو یہ بات انگریزی طب میں بھی پائی جاتی ہے اسکی بعض باتیں بھی آئے دن بدلتی رہتی ہیں لیکن کسی علم میں کچھ غلطیاں ثابت ہو جانیکا یہ مطلب نہیں ہوا کرتا کہ وہ علم ہی نہیں ہے اسطرح کرنے سے تو کوئی علم بھی علم نہیں کہلا سکتا تو یہ تینوں علم ہیں یونانی طب سے پہلے ہندی طب بھی ایک علم تھا اور بڑی بڑی کوششوں اور جانفشانیوں سے دریافت کیا گیا تھا لیکن جب یونانی طب ظاہر ہوئی تو وہ جہالت قرار دیا گیا اسکے بعد یونانی طب کا دور دورہ ہوا۔ لیکن جب ڈاکٹری ظاہر ہوئی تو اسے جہالت کہدیا گیا اب ڈاکٹری کے بھی کئی دور پھر رہے ہیں اور چونکہ موجودہ زمانہ میں ہر ایک قسم کے علوم بہت ترقی کر گئے ہیں اسلئے ڈاکٹری کے دور بہت جلدی جلدی بدلتے رہتے ہیں۔ یوں تو کوئی خیال کر سکتا ہے کہ اب چونکہ علوم میں بہت ترقی ہو گئی ہے اسلئے اب کسی بات کے متعلق جو رائے قائم کیجائے اسے پہلے کی نسبت بہت مضبوط اور پختہ ہونا چاہئیے کیونکہ وہ زیادہ تجربہ اور بہت تحقیق کے بعد قائم ہوگی لیکن حالت اسکے بالکل برخلاف ہے اگر پہلے کسی بات میں ہزار سال کے بعد تبدیلی واقعہ ہوتی تھی تو آج سال دو سال کے اندر ہی تبدیلی ہو جاتی ہے اسلئے آج جو بھی رائے ہوتی ہے وہ دو سال کے بعد بدل جاتی ہے اس سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس رائے سے پہلے جو کچھ رائے تھی وہ علم ہی نہیں تھا۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھی علم تھا لیکن اب اس سے بہتر علم نکل آیا ہے تو انسانی جسم کے متعلق یہ

## ایک چھوٹی چیز ہے

جس کے متعلق پہلے لوگ بھی تحقیقات میں لگے رہے ہیں اور اب بھی لگے ہوئے ہیں لیکن یہ مکمل ہونے میں نہیں آتی انسان کا جسم بڑے سے بڑا اگر سات گز کا بھی سمجھ لیا جائے حالانکہ موجودہ زمانہ میں اس قد کا کوئی انسان نظر نہیں آتا پھر بھی کیا ہے ایک بہت ہی محدود شے ہے مگر خدا تعالیٰ نے اسکے ساتھ اس قدر علوم کو وابستہ کر دیا ہے۔ کہ انسان دیکھ دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے انسانی جسم کے صرف اسی شعبہ کے متعلق کیوں اسقدر علوم نکل

بے ہیں۔ اسلئے کہ خدا تعالیٰ کی ہر ایک پیدائش ذو الوجوہ ہوتی ہے اسکا تعلق صرف ایک بات سے نہیں بلکہ بیسیوں اور ہزاروں سے ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ بیماریوں کے علاج کے لئے بعض تو دوائیوں کی طرف چلے گئے ہیں بعضوں نے یہ ایجاد کیا ہے کہ جس عضو میں بیماری ہو۔ اسکو کاٹ کر نکال دینا چاہیئے بعض نے یہ کہا کہ بیمار عضو کو کاٹنا نہیں چاہیئے بلکہ اسکو اچھا کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے بعضوں نے ٹیکے ایجاد کئے پھر دوائیوں کی طرف جانے والوں میں سے کچھ ایسے بھی نکل آئے جنہوں نے کہا کہ بیمار کو دوائیوں کے قدحے بھر بھر دینے سے فائدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس طرح دوائی کا اثر پھیلا ہوا ہونے کی وجہ سے بہت کم اور بہت دیر میں ہوتا ہے اسلئے دوائیوں کا اثر نکالکر بیمار کو دینا چاہیئے تو یہ نئے نئے علاج نکلتے آتے ہیں اور جس قدر زیادہ غور و خوض کیا جاتا ہے اسی قدر اس فن میں ترقی ہوتی جاتی ہے پھر اب تو بعض نے غسل سے صحت حاصل ہونے کا طریق نکالا ہے اور بعض نے رنگوں سے یہ کام لیا ہے بعضوں نے مالشوں سے علاج کرنا شروع کر دیا ہے بعضوں نے دبانے اور بھاپ کے علاج نکالے ہیں یہ علاج پہلے کہاں تھے لیکن ابھی یہ بس نہیں ہوگئی آئے دن نئی نئی باتیں نکلتی رہتی ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو چیز خدا نے پیدا کی ہے اسمیں اسقدر علوم بھرے پڑے ہیں کہ انکا احاطہ آجتک نہ کوئی انسان کر سکا اور نہ کبھی کر سکے گا یہی حالت خدا تعالیٰ کے کلام کی بھی ہے لیکن خدا تعالیٰ کے قول اور فعل میں ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کے فعل سے تو انسان کا کوئی تعلق نہیں لیکن قول سے تعلق ہے کیونکہ وہ انسانوں کیلئے ہی نازل ہوتا ہے اسلئے ضروری تھا کہ وہ انسانوں کی زبان میں ہی نازل کیا جاتا لیکن انسانوں کی بنائی ہوئی چیز محدود ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کو بھی انسانی زبان میں جو محدود ہے کلام نازل کرنا تھا کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو پھر خدا تعالیٰ کے کلام کو سمجھتا کون اسمیں شک نہیں کہ

## عربی زبان الہامی ہے

لیکن وہ نہیں محفوظ رہ سکتی تھی جبتک کہ اسکا تعلق انسانوں سے نہ ہوتا۔ انسانوں کے ساتھ تعلق رکھنے کے بغیر وہ مٹ جاتی۔ خدا تعالیٰ کی دوسری پیدا کردہ چیزوں کا تعلق اگر انسان سے نہ ہوتا۔ تو وہ زندہ رہ سکتی تھیں مثلاً اگر انسان گھوڑوں کو نہ پالتا تو وہ جنگلوں میں پل سکتے تھے جیسا کہ اب بھی بعض جنگلوں میں پلتے ہیں یہی حال اور چیزوں کا ہے لیکن عربی زبان کا تعلق جبتک انسانوں سے نہ ہوتا وہ قائم نہ رہ سکتی تھی اسلئے خدا تعالیٰ نے اسے بنایا تو محدود لیکن اسمیں وسعت پیدا کرنے کا ایک اور طریق رکھا اور وہ یہ کہ استعاروں اور تشبیہوں میں معانی کی وسعت رکھی گئی یہ بالکل صحیح بات ہے کہ عربی زبان میں جسقدر وسعت ہے اسقدر دنیا کی اور کسی زبان میں نہیں۔ مگر خدا تعالیٰ دنیا کو جو اپنے معارف اور حقایق سمجھانا چاہتا تھا ان کو یہ زبان بھی نہیں اٹھا سکتی تھی اسلئے اسمیں خدا تعالیٰ نے استعارہ کا رنگ اختیار کیا اور اس طرح لغت بہت وسیع ہو گئی۔ چونکہ الفاظ محدود اور پھر انکے معانی محدود تھے اسلئے وہ خدا تعالیٰ کے غیر محدود معارف کا احاطہ نہیں کر سکتے تھے اسلئے خدا تعالیٰ نے روحانی علوم کو وسیع کرنیکے لئے اپنے کلام میں ابتدا سے ہی تشبیہ اور استعارے کا باب کھول رکھا ہے چنانچہ دنیا میں جسقدر ایسی کتابیں موجود ہیں جنکی نسبت دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہیں انمیں سے ایک بھی تو ایسی نہیں ہے جسمیں استعارات اور تشبیہات نہ ہوں حضرت داؤد حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور بہت سے انبیاء پر خدا تعالیٰ کے کلام کے نازل ہونیکی تو قرآن کریم تصدیق کرتا ہے انکے علاوہ قرآن کریم یہ بھی کہتا ہے کہ ہر ایک قوم میں نبی آئے ہیں اور ایسی قومیں اب بھی موجود ہیں جو اسبات کا دعویٰ کرتی ہیں کہ ہم میں نبی آئے ان کے پاس جو کلام موجود ہے گو وہ کسی صورت میں ہی ہو تاہم اسمیں بھی استعارے پائے جاتے ہیں اور قرآن کریم میں تو استعاروں کے لئے بڑا وسیع دروازہ کھلا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ابتدا سے جو اپنے کلام میں یہ طریق جاری کیا ہوا ہے اور تمام نبیوں پر اسی طرح نازل ہوا ہے تو اسمیں کوئی بہت بڑی حکمت ہے ورنہ کیا یہ یونہی ہے ہرگز نہیں خدا تعالیٰ کے کلام کی نسبت یہ کبھی وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا پر اسمیں یہی حکمت ہے کہ اسطرح معانی اور مطالب میں وسعت ہو جائے اور انسان کے لئے روحانی علوم میں ترقی کرنے کا دروازہ کھل جائے کیونکہ اسطرح الفاظ میں اتنی وسعت پیدا ہو جاتی ہے کہ جو کبھی ختم ہونے میں ہی نہیں آتی۔

لیکن استعارہ اور تشبیہ کا دروازہ کھولنے میں ایک دقت بھی تھی اور وہ یہ کہ بعض اوقات انسان اسکی وجہ سے اصل راستہ کو چھوڑ کر کہیں کا کہیں نکل جا سکتا تھا اسلئے خدا تعالیٰ نے ایک علاج مقرر کر دیا اور وہ یہ کہ جہاں استعارات کا باب رکھا وہاں محکمات کی بھی ایک شاخ رکھدی کیونکہ جہاں استعارہ ہوگا وہاں انسان وسیع معنی کر سکیگا اور ممکن ہے کوئی ان معانی کو اسقدر وسعت دے یا ایسے معنی بھی کرے جو خدا تعالیٰ کے منشاء کے خلاف ہوں۔ لیکن اسے یہ کسطرح پتہ لگے کہ فلاں معنی خدا تعالیٰ کی منشاء کے خلاف ہیں اور فلاں منشاء کے ماتحت اسکے لئے کوئی کسوٹی ہونی چاہیئے وہ کسوٹی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے بڑے بڑے اصول دین کے لئے ایسے الفاظ رکھے ہیں جنمیں کوئی استعارہ اور تشبیہ نہیں بلکہ وہ عین مطابق ہیں اور انکو خدا تعالیٰ نے بطور حکم کے رکھدیا ہے وہ اسبات کا فیصلہ کر دیتے ہیں کہ جو آیات ذو المعانی ہیں انکے فلاں معنی خدا تعالیٰ کی منشاء کے خلاف ہیں اور فلاں معنی بالکل مطابق کیونکہ جو معنی انکے خلاف ہونگے وہ ضرور غلط اور خدا تعالیٰ کی منشاء کے خلاف ہونگے لیکن جو ان کے خلاف نہیں ہونگے وہ غلط نہیں ہو سکتے خواہ ایک ہی آیت کے کتنے معنی نکلتے آئیں یہی وجہ ہے کہ فقیہوں نے ایک ہی آیت کے کئی کئی معنی کئے ہیں اور رسول کریم صلعم نے بھی فرمایا ہے کہ ہر ایک آیت کے سات بطن ہیں اور ایک صحابی کہتے ہیں کہ جبتک ایک آیت کے پچیس معانی کسی کو معلوم نہ ہوں اسوقت تک وہ فقیہہ نہیں کہلا سکتا اس صحابی کو جھوٹا تو کہہ نہیں سکتے اور نہ ہی ہم آنحضرت صلعم کی اسبات کو کہ ہر ایک آیت کے سات بطن ہوتے ہیں چھوڑ سکتے ہیں اسلئے ایسے ہی معنی کرینگے کہ بطن سے مراد ایک بڑا حصہ اور حصہ ہے اس سے آگے ہر ایک بطن کے کم از کم پچیس پچیس معانی ہوتے ہیں پس جب کسی کو ایک بطن کے پچیس معانی آتے ہوں تب وہ فقیہہ ہو سکتا ہے اس سے دیکھو کہ معانی میں کسقدر وسعت ہو گئی ہے پھر رسول کریم صلعم کی صحیح

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ایک ہی آیت کے ایک جگہ ایک اور دوسری جگہ دوسرے معنے کئے ہیں صحابہ کرام کی نسبت بھی ایسا ہی ثابت ہے اب یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ دوسرے معنے غلط ہیں۔ بلکہ یہی کہا جائیگا کہ ایک آیت کے کئی معنے ہوتے ہیں کیونکہ ایک ہی آیت میں خدا تعالےٰ نے بہت سے معانی اور مطالب رکھے ہوئے ہیں جو کھلتے رہتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے اگر اللہ تعالےٰ کے کلام کے ایک چھوٹے سے حصہ میں جو کچھ مراد ہے وہ سب کچھ الفاظ میں بنایا جاتا تو قرآن کریم اتنا بڑا ہو جاتا کہ کوئی پڑھ بھی نہ سکتا لیکن اب خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کو ایسے مختصر طور پر اتارا ہے کہ ہر ایک اسے پڑھ سکتا اور اپنی لیاقت اور قابلیت کے مطابق اسے سمجھ سکتا ہے اور اسکے معانی سے آگاہ ہو سکتا ہے۔ اب جسقدر کوئی قرآن کریم کے مطالب اور معانی پر آگاہ ہو سکتا ہے اسکے لئے وہی قرآن ہے اور جوں جوں کسی میں تقویٰ و طہارت بڑھتا جاتا ہے اسی قدر قرآن کریم کے زیادہ معارف اسپر کھلتے جاتے ہیں اور اسکے لئے یہی چھوٹا سا قرآن کریم بہت وسیع ہو جاتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تصانیف میں بعض جگہ لکھا ہے کہ قرآن کریم کی آیات کے معنی مجھ پر اسقدر کھولے جاتے ہیں کہ میں الفاظ نہیں پاتا کہ ان کو ادا کروں۔

یہ ہے دوسری وجہ متشابہات کے رکھنے کی پس کیا ہم متشابہات کو برا کہہ سکتے ہیں ہرگز نہیں کیونکہ اگر یہ برائی یا نقص ہوتا تو خدا انکو قرآن کریم میں کیوں رکھتا بلکہ خدا تعالےٰ نے تو اسکو سورہ زمر میں اپنے فضلوں میں سے ایک فضل قرار دیا ہے اور دوسرے مذاہب پر ایک حجت قائم کرتے ہوئے قرآن کریم کی یہ ایک خوبی جتلائی ہے کہ

## کتٰباً متشابھاً

اور تشبیہات قرآن کریم میں کثرت سے ہیں اور یہ اسکی خوبی ہے لیکن اگر کوئی متشابہات کو نقص قرار دیتا ہے تو اسے یاد رکھنا چاہئے کہ وہ [illegible] ہرگز قرآن کریم ناقص نہیں ہو سکتا پس ثابت ہوا کہ یہ نقص نہیں بلکہ خوبی ہے۔

متشابہات رکھنے کی اور بھی بہت سی حکمتیں ہیں لیکن اول تو آج کچھ دیر ہو گئی ہے دوسرا اسوقت مجھے ایک اور مضمون بیان کرنا ہے پھر کبھی خدا تعالےٰ نے توفیق دی تو اسکے متعلق بیان کرونگا۔

یہ آیات جو میں نے پڑھی ہیں انمیں خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ بعض لوگ جنکے دلوں میں کجی ہوتی ہے وہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں تیسرے یہی بتایا ہے کہ متشابہات کے الفاظ ہی ایسے رکھے جاتے ہیں کہ انکے ذریعہ کثیر معانی پیدا ہو سکیں پس جب ایسا ہو گا تو ایسے معنے بھی کئے جا سکینگے جو کلام کرنیوالے کے منشاء کے خلاف ہونگے اسبات کے ازالہ کے لئے خدا تعالےٰ نے محکمات رکھی ہیں لیکن وہ لوگ جنکے دلوں میں گند اور ناپاکی ہوتی ہے وہ بالکل متشابہات کی طرف چلے جاتے ہیں اور محکمات کو نہج نہیں مقرر کرتے اسلئے ٹھوکر کھا کر خود بھی گمراہ ہو جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں انمیں نہ تو نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کا قصور ہے اور نہ ہی شریعت کا اور نہ ہی ان الفاظ کا کیونکہ خدا تعالےٰ نے ٹھوکر سے بچنے اور سیدھے راستہ پر چلنے کیلئے محکمات کو رکھا ہوا ہے انکے مطابق اگر کسی متشابہ آیت کے بیسیوں نہیں سینکڑوں اور ہزاروں معنی کئے جائیں تو جائز اور بالکل درست ہیں لیکن انکے خلاف اگر ایک معنی بھی کئے جائیں تو وہ بھی درست نہیں ہو سکتے اگر کسی کو کسی متشابہ آیت کے وہ معنی کرنے نہیں آتے جو محکمات کے مطابق ہوں تو وہ نہ کرے لیکن یہ اسکے لئے ہرگز جائز اور درست نہیں کہ ان کے خلاف معنی کرے جو کوئی ایسا کریگا وہ ایک بہت بڑی غلطی کا مرتکب ہو گا اور اسطرح سیدھے راستہ سے بہت دور جا پڑیگا

ہمارے موجودہ اختلاف میں بھی اس بات سے بعض لوگوں کو دھوکہ لگا ہے بعض اوقات ایک انسان کسی معمولی سی بات پر اڑ جاتا ہے اور پھر ضد اور ہٹ سے کہیں کا کہیں نکلجاتا ہے ایسی حالت میں اسکے لئے کوئی بات بھی کارگر نہیں ہوتی کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اگر کسی کو کہا جائے کہ تمنے یہ بات قرآن کریم کے خلاف کی ہے تو وہ غصہ کی حالت میں کہہ دیتا ہے کہ جاؤ قرآن کو گھر رکھو ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جا رہے تھے کہ ایک عورت قبر پر بیٹھی رو رہی تھی آپ نے اسے فرمایا صبر کرو اسنے کہا اگر تیرا بچہ مرتا تو تجھے پتہ لگتا کہ صبر کسطرح ہو سکتا ہے اس نادان کو کیا معلوم تھا کہ جتنے بچے آپ کے فوت ہوئے ہیں اگر اتنے اسکے فوت ہوتے تو غم سے مر ہی جاتی۔ تو جب کوئی شخص غصہ اور ضد میں ہو تو ان باتوں کی بھی پرواہ نہیں کرتا جنکو وہ صحیح اور درست مانتا ہے اور ان کے خلاف کرنے پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے کسی پٹھان کی نسبت مشہور ہے کہ جب فقہ اور حدیث کے جھگڑے شروع ہوئے تو یہاں تک بڑھے کہ اسنے کسی حدیث میں پڑھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھتے ہوئے دروازہ کھولا یا بچے کو گود سے اتارا تو اس نے کہدیا کہ اوہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نماز ٹوٹ گیا۔ اس طرح اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ہتک کرنے کی پرواہ نہ کی۔ پھر بعض نے اسی ضد میں امام بخاری کی بڑی سخت ہتک کی ہے تو ضد میں انسان کسی بات کی پرواہ نہیں کرتا اسوقت کچھ لوگ ہمارے مقابلہ میں بھی ضد اور ہٹ دھرمی کو لیکر اٹھے ہیں اور یہاں تک بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے کہدیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کچھ وقعت نہیں رکھتے۔ حتی کہ ان میں سے ایک نے کہدیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام ضعیف حدیث سے بھی کمتر ہیں۔ ضعیف حدیث کے کیا معنی ہیں یہی کہ ایسے شخص کی روایت سے پہنچی ہوئی حدیث جو جھوٹا ہو۔ یا جھوٹ کا عادی تو نہ ہو۔ لیکن معتبر بھی نہ ہو۔ یا اسکا حافظہ ایسا ہو کہ کسی بات کو صحیح طور پر یاد نہ رکھ سکتا ہو۔ یا ایسا شخص جس نے جان بوجھکر کوئی جھوٹی حدیث بنائی ہو۔ ایسے راویوں کی بیان کی ہوئی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں اور اگر ایسے راویوں کی روایت سے کوئی حدیث پہنچے جو سچے اور معتبر ہوں اور جن کے حافظہ میں نقص نہ ہو تو اس حدیث کو ضعیف نہیں کہتے۔ پس جس حدیث کو ضعیف کہا جاتا ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اسی طرح فرمائی ہے مگر وہ آپ کا ادنیٰ قول ہے بلکہ یہ ہے کہ اسکے پہنچانے والوں نے ہم تک درست اور صحیح نہیں پہنچائی اسکے متعلق سوال راویوں کے سچے اور جھوٹے ہونے پر ہے جس حدیث کو ضعیف کہا جاتا ہے۔ وہ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے راوی قابل اعتبار نہیں ہوتے اور جس کو صحیح کہا جاتا ہے وہ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے راوی قابل اعتبار اور سچے ہوتے ہیں۔ اب بحث اس بات پر ہے کہ کیا ہم ایسے راویوں کی باتیں مانیں۔ جن کے سچے اور معتبر ہونیکا بھی اعتبار نہیں۔ یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتوں کو مانیں جو کہتے ہیں کہ مجھے خدا تعالےٰ نے یہ کہا ہے۔ دیکھو ایک شخص کہتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے لیکن اس نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کو نہیں سنا۔ بلکہ بیسیوں ایسے انسانوں کی روایت سے اس تک وہ بات پہنچی ہے جن میں سے بعض جھوٹے ہیں۔ بعضوں پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ بعضوں کی نسبت پتہ ہی نہیں کہ کون تھے اور بعضوں کی نسبت یہ شبہ ہے کہ جس کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ اس سے

ہمنے یہ بات سنی ہے اس سے وہ ملے بھی ہیں یا نہیں ایسے لوگوں کی معرفت پہنچی ہوئی کسی بات کو ہم مان لیں یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو کہتے ہیں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے براہ راست فلاں بات بتائی ہے ہر ایک وہ شخص جس کے دل میں حق کا تھوڑا سا مادہ بھی ہے وہ یہی کہیگا کہ حضرت مسیح موعود کے الہامات کو ماننا چاہیئے لیکن کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ نہیں حضرت مسیح موعود کے الہامات کو نہیں ماننا چاہیئے بلکہ ان لوگوں کی باتوں کو ماننا چاہئے اور ان کے ماتحت حضرت صاحب کے الہامات کو رکھنا چاہئے جو ضعیف حدیث بیان کرتے ہیں۔ ایسا کیوں کہا گیا صرف ہمارے بغض اور حسد کی وجہ سے۔

اب جبکہ انہوں نے یہ کہدیا تو انہیں اپنی تائید کے لئے دلائل کی بھی ضرورت پیش آئی اور سب سے بڑی دلیل انہوں نے یہ دی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض الہام ایسے ہیں جنمیں شرک پایا جاتا ہے مثلاً ایک تو یہ ہے کہ انت منی بمنزلۃ ولدی۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر کسی متشابہ الہام کی وجہ سے حضرت مسیح موعود کے الہامات ضعیف حدیثوں کے بھی ماتحت رکھے جائینگے تو پھر قرآن کریم کو بھی ضعیف حدیثوں کے ماتحت رکھنا پڑیگا۔ کیونکہ اسمیں بھی متشابہ آیات ہیں مثلاً قرآن کریم میں ہے کہ حضرت مسیح مردے زندہ کرتے تھے پھر وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ رسول کریم کے کنکر پھینکنے کی نفی کی گئی ہے حالانکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کنکر پھینکے۔ اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اب یا تو یہ کرنا ہوگا کہ ان حدیثوں کو بھی غلط اور بناوٹی قرار دیا جائے جنمیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کنکر پھینکنے کا ذکر ہے۔ یا یہ ماننا پڑیگا کہ قرآن کریم میں یہ استعارہ ہے حدیثوں کو تو کوئی غلط نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی وہ غلط ہیں اسلئے یہی تسلیم کرنا پڑیگا کہ قرآن کریم میں استعارہ کے رنگ میں یہ بیان کیا گیا ہے پس جبکہ قرآن کریم میں استعارہ ہے اور اسکو استعارہ سمجھکر بھی پھر قبول کیا جاتا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کا الہام کیوں قبول نہیں کیا جا سکتا۔ اگر استعارہ کی وجہ سے حضرت مسیح موعود کا الہام ناقابل قبول ہے تو اس سے پہلے قرآن کریم کو چھوڑنا چاہیئے۔ اور اگر کہا جائے کہ قرآن کریم میں متشابہات کے مقابلہ میں محکمات بھی ہیں۔ ان سے فیصلہ ہو سکتا ہے اگر ایک جگہ یہ آیا ہے کہ حضرت مسیح مردے زندہ کرتا تھا۔ تو دوسری جگہ یہ بھی تو آگیا ہے کہ خدا کے سوا اور کوئی زندہ کرنے اور مارنے والا نہیں ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ مسیح کے مردہ زندہ کرنے کا کوئی اور مطلب ہے اور وہ یہ روحانی مردے زندہ کرتا تھا۔ تو اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ اگر مسیح موعود کا یہ الہام ہے کہ انت منی بمنزلۃ ولدی تو آپ ہی کے الہامات میں یہ بھی ہے کہ خدا کا کوئی بیٹا نہیں پس اگر قرآن کریم کی ایک آیت دوسری آیت کی تشریح کر دیتی ہے تو پھر کیوں ہم حضرت مسیح موعود کے ایک الہام کی تشریح دوسرے الہام سے نہ کریں اگر حضرت مسیح موعود کے الہامات متشابہات کے رنگ میں ہی ہوتے اور محکمات نہ ہوتے تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ ان میں شرک پایا جاتا ہے لیکن آپ کے الہامات تو محکمات بھی ہیں۔ اور اگر ایک میں انت منی بمنزلۃ ولدی آیا ہے تو دوسرے میں یہ بھی آیا ہے کہ خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اسکا کوئی بیٹا ہے۔ اب قرآن کریم کی آیات اور حضرت مسیح موعود کے الہامات کی ایک ہی حالت ہے پھر یہ کہاں کی دینداری ہے کہ انت منی بمنزلۃ ولدی کے الہام کو لیکر حضرت مسیح موعود کے تمام الہامات کو ضعیف حدیث سے بھی نیچے گرا دیا جائے۔ جو کوئی اس طرح کرتا ہے اسے قرآن کریم بھی چھوڑنا پڑیگا۔ کیونکہ ایک طرف تو قرآن کہتا ہے کہ حضرت مسیح مردے زندہ کیا کرتا تہا اور ادہر کہتا ہے کہ صرف خدا ہی زندہ کرتا ہے پس جو حضرت مسیح موعود کے الہامات کو چھوڑیگا اسے قرآن کریم چھوڑنا پڑیگا۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کیا حدیثوں میں متشابہ نہیں ہیں۔ ایک ہزار متشابہ احادیث نکال دینے کا تو میں ذمہ وار ہوں۔ وہی حدیث جس میں نبی اللہ کا لفظ آیا ہے اسکے متعلق غیر مبایعین کہتے ہیں کہ اسمیں استعارہ کے طور پر نبی اللہ کہا گیا ہے اسی سے ثابت ہو گیا کہ حدیث میں بھی استعارہ ہے پھر اسکو بھی چھوڑ دینا چاہیئے۔ اب اس شخص کو جو حضرت مسیح موعود کے الہامات کو ضعیف حدیث کے ماتحت اسلئے رکھتا ہے کہ ان میں استعارے ہیں چاہیئے کہ کہدے کہ قرآن کریم اور احادیث اور حضرت مسیح موعود کے الہامات سب کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور ان کو میرے الفاظ کے ماتحت لانا چاہیئے۔ کیونکہ ان سب میں استعارے ہیں پھر عجیب بات ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو نبی تو کہا گیا ہے مگر اس سے مراد ظلی نبی ہے تو اسکو بھی چھوڑ دینا چاہیئے سب کچھ چھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ گویا مذہب کوئی چیز ہی نہیں۔ نہ قرآن ماننے کے قابل نہ حدیث ماننے کے قابل نہ حضرت مسیح موعود کے الہامات ماننے کے قابل۔ کیونکہ ان سب میں استعارے ہیں۔ ان سب کو چھوڑ کر سوفسطائی بن جانا چاہیئے۔ کسی بادشاہ کی نسبت مشہور ہے کہ اسنے کسی سوفسطائی کو ہاتھی کے سامنے ڈالدیا جب وہ بھاگنے لگا۔ تو بادشاہ نے کہا بھاگتے کیوں ہو۔ اسکو بھی خیال ہی سمجھ لو اسنے کہا بھاگتا کون ہے یہ بھی آپکا خیال ہی ہے کہ میں بھاگ رہا ہوں تو متشابہات کے ہونیکی وجہ سے جو سب کچھ چھوڑ دیا گیا تو پھر پیچھے وہم ہی وہم رہجیگا۔ قرآن کریم کے متعلق خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے هو الذی انزل الیك الكتٰب منه اٰیٰت محكمٰت هن ام الكتٰب واخر متشٰبهٰت۔ کہ اسمیں محکمات اور متشابہات ہیں۔ لیکن جسمیں متشابہات ہوں۔ وہ تو قابل اعتبار نہیں اسلئے اسکو چھوڑ دینا چاہیئے پھر احادیث میں متشابہات ہیں اسلئے وہ بھی قابل قبول نہیں۔ انکو بھی ترک کر دینا چاہیئے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ...

(بقیہ دیکھو صفحہ ۱۲)

... کے الہامات میں متشابہات ہیں۔ انکو بھی چھوڑ دینا چاہیئے۔ جب ان سب کو چھوڑ دیا گیا۔ تو پھر باقی رہ کیا گیا ؛

لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ استعارے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو لغت میں شامل ہیں۔ اور دوسرے وہ جو ہر انسان خود بنالیتا ہے۔ دوسری قسم کے استعاروں کے متعلق شبہ ہوسکتا ہے۔ کہ ان میں شرک کی آمیزش ہے۔ اور وہ مشکل سے سمجھ میں آسکتے ہیں مگر وہ جو زبان کے اندر داخل ہوگئے ہوں۔ ان کی نسبت یہ خیال نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام میں جو استعارہ ہے وہ بھی اسی قسم کا ہے۔ ولد کے دو معنی لغت میں آئے ہیں۔ (۱) بیٹا (۲) جماعت تو انت منی بمنزلۃ ولدی کے وہی معنی ہوئے۔ جو جری اللہ فی حلل الانبیاء کے ہیں۔ کہ تو مجھے ایسا پیارا ہے۔ جیسے ایک جماعت پیاری ہوتی ہے۔ لغت کی مشہور کتب لسان۔ اور تاج میں ولد کے معنی رہط کے آئے ہیں اور رہط جماعت کو کہتے ہیں جیسا حضرت شعیبؑ کی نسبت قرآن کریم میں آیا ہے۔ کہ ولا رھطک لرجمنٰک (۱۱-۹۲) تو ولد کے معنی اولیاء کی جماعت ہوئی۔ اسلیئے اس الہام کے یہ معنی ہوئے۔ کہ خدا تعالےٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتا ہے کہ تو میرے نزدیک وہی درجہ رکھتا ہے۔ جو انبیاءؑ کی ایک جماعت رکھتی ہے۔ کیونکہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر ہیں۔ اور آپ کا مظہر تمام کا قائم مقام ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بعثت کو تمام انبیاءؑ کے مقابلہ میں رکھا ہے۔ فرمایا واذا الرسل اقتت پس جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نوحؑ ابراہیمؑ۔ یعقوبؑ۔ اسحٰقؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ موسیٰؑ اور مسیحؑ تھے اسی طرح آپ کے بروز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ان سب کے قائم مقام ہیں۔ تو انت منی بمنزلۃ ولدی کے معنی ہیں انت منی بمنزلۃ رھطی۔ یعنی آپ کا خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ درجہ اور رتبہ ہے کہ جو انبیاءؑ کی جماعت مجموعی طور پر پاسکتی ہے۔ اب کوئی یہ تو کہہ سکتا ہے۔ کہ اس سے دوسرے انبیاءؑ کی ہتک ہوگئی ہے۔ لیکن یہ ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ اس سے شرک پایا جاتا ہے۔ پس یہ بات باطل ہوگئی۔ کہ آپ کے الہاموں میں شرک پایا جاتا ہے۔ پھر انت منی بمنزلۃ ولدی سے شرک نہ ہوا بلکہ توحید قائم ہوئی۔ کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا جس میں تمام امتوں میں شرک پایا جاتا تھا۔ اسکو حضرت مسیح موعودؑ نے آکر دور کیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان نبیوں کے نام آپ کو دیئے گئے۔ پھر آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور الفت میں ایسے صاف ہوئے۔ کہ آپ کا عکس اپنے اندر لے لیا۔ اسلیئے آپ کا نام بھی پایا۔ اس میں شرک کی کونسی بات ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ان الہامات میں شرک ہے۔ انکے علم و عقل کا پردہ فاش ہوگیا ہے۔ انہوں نے اعتراض تو ایک ایسے انسان پر کیا۔ جو جری اللہ فی حلل الانبیاء ہے۔ لیکن خود اتنی بھی تحقیقات نہیں کی۔ کہ اس الہام کے معنی کیا ہیں۔ کسی نے کہا ہے۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

اس وقت ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو احمدی کہلا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ مگر ان کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ جو حملہ بھی کرینگے۔ وہی انکی عظمت کی چادر کو چاک چاک کر دیگا۔ ان کو اگر اپنے علم کا دعویٰ ہے۔ تو ہو۔ ہمیں نہیں ہے۔ لیکن اگر ساری دنیا کے عالم بھی انکے ساتھ ملکر آجائیں گے۔ تو وہی لوگ جن کو انہوں نے جہال کی جماعت کہا تھا۔ انکی ایسی پردہ دری کرینگے۔ کہ ان کے لیئے مرنا جینے سے اچھا معلوم ہوگا۔ اور وہ مرنے کو بہتر سمجھیں گے۔ پس انکے لیئے بہتر ہے کہ توبہ اور استغفار کریں اور پیشتر اسکے ان کی پردہ دری ہو۔ اپنی ان حرکات سے باز آجائیں۔ ورنہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کا درجہ متشابہات کی وجہ سے ضعیف حدیث سے بھی گھٹ جاتا ہے۔ تو پھر قرآن کریم اور صحیح حدیثوں کا بھی یہی حال ہوگا۔ اور انہیں بھی ان کو چھوڑنا پڑیگا۔ کیونکہ ان میں بھی متشابہات ہیں ؛

اسی قسم کے کئی ایک اعتراض انکی طرف سے کیئے گئے ہیں۔ جن میں انہوں نے اپنی علمی برتری دکھانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ہر دفعہ ہی نہایت ذلیل اور رسوا ہوئے ہیں۔ انہیں میں سے ایک نے کہا تھا۔ کہ مسلم کی حدیث میں جو نبی اللہ کا لفظ آیا ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں۔ بلکہ کسی ہندی کا ہے۔ کیونکہ نبی کے ساتھ اللہ کا لفظ لگایا گیا ہے۔ جب کوئی نبی ہوگا۔ تو اللہ ہی کا نبی ہوگا۔ پھر نبی اللہ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر یہ بات درست ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ انبیاء اللہ جو قرآن کریم میں آیا ہے۔ وہ کیا کسی عجمی نے قرآن کریم میں داخل کر دیا ہے۔ کیسی نادانی اور جہالت کی بات ہے۔ لیکن اس پر بڑا فخر کیا گیا جس کے نتیجہ میں آخر ذلت اٹھانی پڑی۔ اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ اور انی مھین من اراد اھانتک کے ماتحت جو حضرت مسیح موعودؑ کی ہتک کریگا۔ وہ خود ذلیل اور رسوا ہوگا۔ صرف آپ کی ہتک کرنے والا کبھی عزت نہیں پاسکتا۔ تو پھر آپکے الہامات کی ہتک کرنیوالا کہاں عزت پاسکتا ہے۔ کیونکہ جو الہامات کی ہتک کرتا ہے۔ وہ اسکی ہتک کرتا ہے جس کا وہ کلام ہے یعنی خدا تعالیٰ کی ؛

خدا تعالےٰ ان لوگوں کی آنکھیں کھولے۔ اور انہیں حق کے سمجھنے کی توفیق دے۔ اور اس ذلت و رسوائی سے بچائے جس کے سامان وہ اپنے ہاتھوں کر رہے ہیں۔ اگرچہ انکو ذلت انکے اپنے ہی افعال سے پہنچتی ہے۔ مگر وہ کہلاتے تو احمدی ہیں اسلیئے ہمیں افسوس بھی آتا ہے۔ اور ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ انہیں سمجھ دے ؛

# تادیب النساء



## عورت

عربی زبان میں جو ہمارے اعتقاد میں الہامی زبان ہے عورت کو مرأۃ یا امرءۃ کہتے ہیں اور اسی لفظ پر غور کرکے ہمیں عورت کا کام اور انسانیت میں اس کا درجہ معلوم ہو سکتا ہے مرأۃ۔ مرءٌ کا مؤنث ہے مرءٌ مرد کو اور مرأۃٌ عورت کو کہتے ہیں۔ یہ الفاظ جس مادہ سے بنے ہیں اس کے معنوں میں عمدگی خوبی اور بدیوں سے بچنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ پس مرء کے معنے ہوئے وہ مذکر جو خوبیوں اور طاقت والا ہے اور بدیوں سے اپنے آپ کو بچانے والا ہے۔ اور مرءۃ کے معنے ہوئے وہ مؤنث عورت جو خوبیوں اور طاقت والی ہے اور بدیوں سے اپنے آپ کو بچانے والی ہے اور یہی دو باتیں ہیں کہ جو انسان کو دیگر مخلوقات سے جدا اور ممتاز ثابت کرتی ہیں کیونکہ ملائکہ گو ایسی ہستیاں ہیں جو خوبیاں رکھتی ہیں لیکن وہ بدیوں سے بچنے والی نہیں کیونکہ ان میں بدیوں کے کرنے کی طاقت ہی نہیں۔ پس ان کی نسبت یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ بدیوں سے پاک ہیں لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ بدیوں سے بچتے ہیں۔ اسی طرح انسان کے علاوہ دیگر حیوانات ہیں کہ وہ بھی قوت استنباط اور مادۂ ترقی کے نہ ہونے کے شریعت کے مکلف ہی نہیں۔ اس لئے نہ ان کے لئے کوئی نیکی بدی کی حدبندی ہے اور نہ وہ ایک کے کرنے اور دوسری سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں پس یہ نام جو عربی زبان میں مرد انسان اور عورت انسان کے لئے رکھا گیا ہے نہایت ہی لطیف اور ان کی پیدایش کی اصل غرض کو ظاہر کرنے والا ہے چونکہ اس جگہ ہمیں عورت کے متعلق ہی کچھ لکھنا مقصود ہے۔ اس لئے ہم اس تعریف کی بات سے اپنے اصل مضمون کی طرف واپس آتے ہیں +

چونکہ کسی انسان کی کامیابی اس بات پر منحصر ہوتی ہے کہ پہلے وہ اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لے کہ اس نے کیا کام کرنا ہے اس لئے ضروری ہے کہ عورتوں کی ترقی کے متعلق غور و فکر کرنے سے پہلے ہم یہ بات خوب واضح کر دیں کہ عورت نے اس دُنیا میں کیا کام کرنا ہے اور اس امر کی وضاحت اس سے بہتر اور کسی طریق سے نہیں ہو سکتی کہ ہم عورت کے نام کو دیکھیں کہ اس کے نام میں الہامی زبان نے کس فرض کی ادائگی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی لئے ہم نے عورت کے نام کے معنے سب سے پہلے بیان کئے ہیں جو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لئے پھر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ وہ مؤنث جو خوبی اور طاقت رکھنے والی ہو +

۲۔ جو ہر قسم کی بدیوں سے اپنے آپ کو بچانے والی ہو +

پس عورت کے نصب العین یہی دو امور ہونے چاہئیں اور ہمیشہ سمجھدار عورتوں کے مدنظر یہی دو امور رہے ہیں۔ اور یہ صرف جہالت اور نادانی کا باعث ہے۔ کہ بعض عورتیں یہ خیال کر لیتی ہیں کہ ان کا کام صرف مرد کا دل بہلانا ہے اور نیکی کے قیام اور بدی کے استیصال میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔ عربی زبان میں مرد و عورت کا جو نام رکھا گیا ہے وہ ایک ہی لفظ سے بنا ہے اور صرف اس قدر فرق ہے کہ ایک میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ ان صفات کا موصوف جنس ذکور میں سے ہے۔ اور دوسرے میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان صفات سے متصف فرقہ اناث میں سے ہے۔ ورنہ دونوں کا کام ایک ہی بتایا گیا ہے +

کوئی زمانہ اس قسم کی عورتوں سے خالی نہیں گیا جنھوں نے دُنیا کی ترقی میں خاص طور پر حصہ نہ لیا ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کی نسبت ارشاد فرمایا ہے کہ اس سے نصف دین کی تعلیم حاصل کرو اور واقعہ میں شریعت اسلامیہ کے بیان اور اس کی تبلیغ میں جن لوگوں کا خاص حصہ ہے ان میں حضرت عائشہؓ ایک ممتاز درجہ رکھتی ہیں +

آپ کے علاوہ بھی سینکڑوں عورتیں اسلام میں خاص شہرت پیدا کر چکی ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کی دوسری صاحبزادی اسماء اپنے خاوند حضرت زبیرؓ کے ساتھ جو شجاعت و بہادری میں خاص درجہ رکھتے تھے جنگی کاموں میں حصہ لیتی تھیں۔ ضرار بن ازورؓ کی ہمشیرہ بارہا تلوار پکڑ کر دشمنان اسلام کے مقابلہ میں لڑی ہیں۔ ابو سفیانؓ کی بیوی ہندہ نے اسلام لانے کے بعد ترقی اسلام میں خاص جوش کے ساتھ حصہ لیا ہے اسی طرح اور بہت سی صحابیہ عورتیں ہیں جنھوں نے بڑے بڑے کام سرانجام دیئے ہیں اور اپنی عقل اور دانش سے ہر فن میں اپنے آپ کو ممتاز ثابت کیا ہے۔ خلفاء کے زمانہ کے بعد کی عورتوں نے بھی ہر قسم کے فنون و علوم میں امتیاز پیدا کرکے اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ عورت بھی اپنی طاقت سے کام لے تو بہت کچھ کر سکتی ہے۔ پس دُنیا کی اصلاح

کے کام میں مردوں کی طرح عورتوں کو بھی نہ صرف حصہ لینا چاہیئے۔ بلکہ عربی زبان میں جو عورت کا نام ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت بھی اس کام کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اور اس وقت تک عورتوں نے جو کام کرکے دکھایا ہے اس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے ✣

اب ہم اپنی جماعت کی تمام عورتوں کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ کیا وہ اپنے کاموں میں اس بات کو مدنظر رکھتی ہیں جو ان کی پیدائش کی غرض ہے اگر رکھتی ہیں تو ہم سے زیادہ اس امر پر کوئی خوش نہیں لیکن اگر اب تک ان کو اس بات کی طرف توجہ نہیں ہوئی تو ہم انھیں توجہ دلاتے ہیں کہ اب وقت آگیا ہے کہ وہ اس طرف توجہ کریں ان کو خدا تعالےٰ نے بدیوں سے بچنے اور طاقت و قوت سے کام لینے کی توفیق عنایت فرمائی ہے۔ پس وہ ان طاقتوں کو کام میں لاکر اپنی ذمہ واری کو پورا کریں ✣

ہماری جماعت کی عورت کھانا پکانے کی مشین نہیں ہونی چاہیئے جس کا کام صبح سے شام تک کھانا پکانا ہو یہ کام جانوروں کے کام سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ جانور بھی تو صبح سے شام تک اپنی اور اپنے بچوں کی خوراک کے فکر میں لگا رہتا ہے۔ ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ نے ان کو انسان بنایا ہے پس ان کے کام بھی انسانوں کی طرح ہونے چاہئیں ہم نہیں کہتے کہ عورتوں کو گھر کے کام نہیں کرنے چاہئیں بلکہ ہم تو چاہتے ہیں کہ ہماری جماعت کی عورتیں امور خانہ داری کی طرف اور زیادہ توجہ کریں لیکن ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ وہ اپنے وقت کو ٹھیک طور پر استعمال کرنا سیکھیں وہی کام جو بے توجہی سے ایک دن میں نہیں ہو سکتا وہ توجہ اور دانائی سے کرنے پر ایک گھنٹہ میں ختم ہو سکتا ہے۔ پس عورتوں کو امور خانہ داری کے علاوہ دیگر امور سے واقف ہونے کے لئے اس بات کی ضرورت نہیں کہ وہ گھر کے کام چھوڑ دیں بلکہ اس بات کی ضرورت ہے کہ توجہ اور چستی سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ اور اپنے وقت کا ایک حصہ دیگر ضروری مسائل کی طرف متوجہ ہونے کے لئے خالی کریں۔ مثلاً دین سیکھنا۔ دوسروں کو سکھانا۔ بچوں کی تربیت۔ اشاعت اسلام کے لئے کوشش۔ مصیبت زدوں کی امداد۔ وغیرہ وغیرہ ✣

ہمارا اس ضمیمہ کے نکالنے سے بھی یہی مدعا ہے کہ عورتوں کو ایک تو ان کے فرائض کی طرف بار بار توجہ دلائی جائے۔ دوسرے ان کو ان ذرائع سے واقف کیا جائے۔ جن سے وہ اپنے فرائض کو اچھی طرح سے بجا لا سکیں اور اس ارادہ کے پورا کرنے کی ہم اللہ تعالےٰ سے ہی توفیق چاہتے ہیں کہ وہی اپنے فضل سے اس کام کے کرنے کی طاقت دے سکتا ہے اس ضمیمہ کے ناظرین سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ وہ بھی جہاں تک ان کی طاقت میں ہو ہمیں اس کام کے کرنے میں مدد دیں۔ کیونکہ یہ کام صرف ایک دو آدمی کی کوشش سے نہیں ہو سکتا ✣

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

---

# انعامی مضمون

چونکہ اس وقت تک ہماری جماعت میں بہت کم عورتیں مضمون لکھنے کی استعداد رکھتی ہیں۔ اور اس رسالہ کے مقاصد میں سے ایک مقصد ان کی تعداد کا بڑھانا بھی ہے۔ اس لئے ہم نے یہ تجویز کی ہے کہ وقتاً فوقتاً انعامی مضامین مقرر کئے جایا کریں (اس کے متعلق ہم صاحب استطاعت مردوں اور عورتوں سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اس سلسلہ کو جاری رکھنے میں ہماری مدد کرینگے) جن میں اوّل نمبر پر رہنے والی بہنوں کو مقررہ انعام دئے جائیں۔ اسمیں کئی فائدہ ہونگے۔ ایک تو مقابلہ کے خیال سے کئی بہنوں میں مضمون نگاری کا جوش پیدا ہو جائیگا۔ اور اس طرح کئی پوشیدہ گوہر باہر نکل آئینگے۔ دوم فتح کے خیال سے سب بہنیں غور و فکر کے ساتھ مضامین لکھینگی۔ سوم۔ بہت سی بہنیں صرف اسلئے مضامین نہیں لکھتیں کہ ان کو معلوم نہیں کہ وہ مضمون لکھیں کس بات پر۔ چونکہ انعامی مضامین ایڈیٹر کی طرف سے مقرر ہوں گے۔ ان کی یہ روک یا عذر بھی دور ہو جائیگا۔ مزید سہولت کے لئے ہمارا ارادہ ہے کہ ایسے مضامین کی تقسیم بھی اخبار میں شائع ہو جایا کرے۔ سب سے پہلے ہم الفضل کی طرف سے پانچ روپے اس بہن کے لئے مقرر کرتے ہیں جو مہمان نوازی کے متعلق بہترین مضمون لکھے۔ اس مضمون کو ذیل کے حصص میں تقسیم کیا جا سکتا ہے

۱۔ مہمان نوازی کی ضرورت اور اس کا اثر تمدن پر ✣

۲۔ مہمان کی عزت و تکریم کے لئے کن باتوں کی ضرورت ہے ✣

۳۔ میزبان کو مہمان کے آرام کے لئے کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے ✣

۴۔ کیا مہمان نوازی کا کوئی بُرا پہلو بھی ہے۔ اگر ہے تو کونسا؟ ✣

اس مقابلہ میں احمدی و غیر احمدی کا کوئی سوال نہ ہوگا۔ بلکہ فرقہ اناث میں سے جو چاہے اس میں شریک ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری جماعت کی عورتیں وسیع مقابلہ میں کامیاب ہونے کی عادی ہوں۔ مضامین کا فیصلہ الفضل کا ایڈیٹوریل عملہ و ماسٹر احمد حسین صاحب فریدآبادی کرینگے۔ اور بہترین مضمون کو اخبار میں شائع کر دیا جائیگا۔ اگر کوئی اور مضمون بھی قابل اشاعت ہوا۔ تو اُسے بھی چھاپ دیا جائے گا۔ مضمون کم سے کم اخبار کے ایک صفحہ کے برابر ہونا چاہیئے۔ اور زیادہ سے زیادہ دو صفحے کا۔ ایک صفحہ پر اندازاً فلسکیپ سائز کی ساٹھ سطرین آتی ہیں ✣

258

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# رشحات حضرت خلیفۃ المسیح ثانی

## ہماری جماعت کی عورتیں توجہ کریں

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

مسیحی پادریوں کے پاس اسلام سے بدظن کرنے کے لئے سب سے بڑا ہتھیار وہ اعتراضات ہیں جو وہ عورتوں کے متعلق اسلام کی تعلیم پر کرتے ہیں یورپ ایک سرے سے دوسرے سرے تک ان خیالات سے پُر ہے کہ اسلام عورتوں کو جانوروں کی طرح قرار دیتا ہے اور ان میں رُوح کا قائل نہیں بلکہ اسلام کی تعلیم کے مطابق روح صرف مردوں میں پائی جاتی ہے اس لئے مابعدالموت کے انعامات صرف مردوں کے لئے مخصوص ہیں اس غلط بیانی سے فریب کھاکر عورتیں خود تو اسلام سے بیزار ہوتی ہی ہیں لیکن اس خیال سے کہ کہیں ہمارے مرد اسلام میں داخل ہوکر اسلام کے حکم کے مطابق ہمیں جانوروں کی طرح نہ خیال کرنے لگیں مردوں کو بھی اس طرف توجہ کرنے سے روکتی ہیں اسی طرح دیگر مذاہب کے پیرو مسیحی پادریوں سے یہ تعلیم اسلام سُن کر اسلام سے بدظن ہوجاتے ہیں۔ غرض یہ غلط بیانی اسلام کے راستہ میں ایک بہت بڑی روک ہوئی ہے اور ہزارہا روحیں جن تک اسلام کی پوری تعلیم نہیں پہنچی بوجہ اس تعصب کے جو اس قسم کی روایات سے ان کے دل میں پیدا کردیا گیا ہے اسلام کی صداقت کے قبول کرنے سے محروم رہ گئی ہیں حالانکہ اگر ان کو اسلام کی اصل تعلیم معلوم ہوجاتی تو وہ دیوانہ وار اس کی طرف دوڑتے اور جان دیکر اسے خریدتے چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ یورپ میں جب سے اسلام کی تعلیم کی اشاعت شروع ہوئی ہے لوگ پے درپے اسلام کو قبول کر رہے ہیں اور خصوصاً عورتیں تو کثرت سے حق کو قبول کرتی ہیں کیونکہ جب انھیں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے نہ صرف یہ کہ عورتوں پر کوئی ظلم جائز نہیں رکھا بلکہ نہایت مضبوط قوانین سے ان کے حقوق کی حفاظت کی ہے تو وہ ایک طرف تو اپنے دھوکا دینے والوں سے بدظن ہو جاتی ہیں اور دوسری طرف اسلام کی تعلیم کو مسیحیت سے افضل پاکر اس کے قبول کرنے میں بہت جلدی کرتی ہیں اور پھر اپنے خاندان کو بھی راستی کی طرف لانے میں کوشاں ہو جاتی ہیں۔ اس وقت تک کئی ایک عورتیں احمدی ہوچکی ہیں جن میں سے سب سے زیادہ قابل ذکر بلکہ دوسری عورتوں کے قابل رشک ایک لیڈی ہیں جو سوئٹ کی رہنے والی ہیں اور جن کا اسلامی نام سلمہ ہے اسلام کی اشاعت کا انھیں اس قدر جوش ہے اور حضرت مسیح موعود کی محبت ان کے دل میں ایسی گھر کر گئی ہے کہ اُن کو آرام نہیں آتا جب تک کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق لوگوں کو ہر روز اسلام اور احمدیت کے متعلق کچھ سُنا نہ لیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو رویائے صالحہ بھی آتی ہیں جو ان کے اخلاص کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور انعام کے ہیں۔ غرض جُوں جُوں یورپ کے لوگ اس بات سے واقف ہو رہے ہیں کہ اسلام کی تعلیم تو عورتوں کے حق میں نہایت اعلیٰ ہے اور جس طرح اسلام مردوں کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات کو کُھلا رکھتا ہے اسی طرح عورتوں کے لئے ان کا دروازہ بند نہیں کرتا۔ تو ان کی آنکھیں کُھل جاتی ہیں اور اسلام کی فضیلت ان کے دل پر منکشف ہو جاتی ہے اور واقعہ میں اسلام کے سوا دُنیا کا اور کوئی مذہب نہیں جس نے عورتوں کے جائز حقوق کی نگہداشت رکھی ہو یا ان کی روحانی ترقیات کے دروازہ بند نہ ہونے کا اعلان کیا ہو چنانچہ وُہی آیت جو اس مضمون کے شروع میں میں نے لکھی ہے اس بات کی وضاحت کردیتی ہے اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مومن مرد اور مومن عورتوں دونوں سے اللہ تعالیٰ نے اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ ان کو ایسے باغات ملیں گے (جن کے سرسبز رکھنے کے لئے) ان کے اندر نہریں بہتی ہونگی۔ ان کے اندر وہ ہمیشہ رہیں گے اور اسی طرح اُگے

جہان میں بھی ہمیشہ قائم رہنے والے باغات میں پاک جائے رہائش
ان کو نصیب ہوگی۔ لیکن ان انعامات کے سوا ایک اور انعام بھی ان
کو ملے گا جو سب انعامات سے بڑا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا
ان کو حاصل ہوگی اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ جس کے حصول کی
کوئی انسان کوشش کرسکتا ہے۔ اس آیت میں بڑے سے بڑے انعامات
کا مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی وارث قرار دیا گیا ہے۔ پھر کس طرح
خیال کیا جاسکتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کی رُوح نہیں تسلیم کی اسلام
تو مرنے کے بعد کی ابدی زندگی میں عورت کو مرد کے ساتھ برابر کا شریک
قرار دیتا ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ قلم در کف دشمن کا معاملہ ہے۔ یعنے
قلم دشمن کے ہاتھ میں ہے جو چاہے لکھے ہمارے پاس اس قدر روپیہ نہ
اس قدر سامان۔ کہ ہر جگہ جاکر ہر ایک آدمی کو اس غلطی سے آگاہ کریں اور
پہلے یورپ و امریکہ کے باشندوں کے دلوں سے اسلام کے خلاف تعصب
کو نکالا جائے اور پھر اسلام کی خوبصورت تعلیم ان کے سامنے پیش کی
جائے۔ اس وقت مسلمان کہلانے والوں کا یہ حال ہو رہا ہے کہ مسلمانان
در گور و مسلمانی در کتاب۔ یعنے مسلمان تو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں۔
اسلام قرآن کریم میں بند پڑا ہے۔ اسلام اور کفر کی وہی حالت ہے جو لشکرِ
یزید کے مقابلہ میں حضرت امام حسین رضؓ کے لشکر کی تھی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود
فرماتے ہیں:۔

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

یعنے اس وقت کفر تو اس طرح جوش مار رہا ہے جس طرح یزید کا لشکر
زوروں پر تھا اور سچے دین یعنے اسلام کا یہ حال ہے کہ وہ اس طرح بیمار
ہو رہا ہے اور دوستوں نے اسے اس طرح چھوڑ دیا ہے جس طرح زین العابدین
علیہ الرحمۃ کے ساتھ کوفیوں نے کیا کہ ان کے والد کو بلوا کر شہید کرا دیا۔ اور اس
بیمار و بیکس جوان کو دشمنوں کے حوالہ کیا۔ غرض ادھر دشمنوں کے وہ حملہ
ہیں اور ادھر دوستی کا دم بھرنے والوں کی یہ حالت ہے۔ پھر تدبیر ہو تو
کس طرح۔ بلکہ غور سے دیکھا جائے تو اس سارے ابتلاء کا باعث اصل میں
اسلام کا دعویٰ کرنے والے لوگ ہی ہوئے ہیں کیونکہ دشمن تو ہمیشہ غلط
فہمیاں پھیلایا ہی کرتا ہے۔ اگر یہ ساتھ کے ساتھ ازالہ کرتے رہتے تو یہ نوبت
کیوں پہنچتی۔ سچ ہے ؂

دوستوں سے اِس قدر صدمہ اُٹھائے ہم نے ہیں
دل سے دشمن کی عداوت کا گلا جاتا رہا

اس وقت ایک جماعت احمدیہ ہی ہے جو ہر طرح کی تکلیف اُٹھا کر اسلام
کی نصرت پر کمربستہ ہے اور حق بھی اسی جماعت کا ہے کیونکہ اس جماعت
نے خدا تعالیٰ کے مامور کو قبول کرکے خدا تعالیٰ کے تازہ نشانات کو دیکھا
ہے اور زندہ خدا کا جلال دیکھ کر اس کے ایمان تازہ ہوگئے ہیں۔ اور
اب اسلام کے لئے کسی قربانی سے اس کے افراد کو دریغ نہیں ہوسکتا+

لیکن افسوس ہے کہ اس جماعت کا بھی ایک حصہ ابھی اِس
ضرورت سے پورا واقف نہیں ہوا۔ اور سلسلہ احمدیہ کی ترقی میں اس
نے ابھی کسی قسم کی قربانی کرنے کے لئے قدم نہیں بڑھایا۔ اور یہ عورتوں
کی جماعت ہے ابھی جس آیت کا مطلب بیان کیا ہے اس میں
عورت و مرد دونوں کے لئے خدا تعالےٰ نے انعامات کے وعدے کئے
ہیں لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ مرد تو اپنی زندگی کو خدا کے لئے وقف کرکے
اور ہر قسم کے دُکھ برداشت کرکے ان انعامات کو حاصل کریں گے۔ لیکن
عورتیں مُنہ سے یہ اقرار کرکے کہ ہم نے سچے دین کو قبول کرلیا سب
انعامات کی وارث ہو جائیں گی؟ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ اَحَسِبَ
النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ
کیا لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ صرف اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں اور
مومن سمجھ لئے جائیں کہ وہ ایمان لائے اور ان کا امتحان نہ کیا جائے؟
یعنے ایسا نہیں ہوسکتا۔ پس خدا تعالیٰ نے سب انعامات عورت و مرد
کے لئے کُھلے رکھے ہیں لیکن ان کا حاصل کرنا یا نہ کرنا یہ عورت و مرد کے
اختیار میں ہے مردوں نے اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی اور بڑھاپے کے
آذوقہ کو نذر ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور میں لاکر ڈال دیا ہے اور حیرت انگیز
قربانیوں کے ساتھ دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا ثبوت دیا ہے اور اس
طرح وہ ان انعامات کا مستحق اپنے آپ کو ثابت کر رہے ہیں جن کا وعدہ
مومنوں سے خدا تعالیٰ نے کیا ہے لیکن کیا عورتوں نے بھی اس مرحلہ کو طے
کرلیا ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ مردوں میں سے بھی ایک حصہ
نے جو گو نسبتاً کم ہے مگر پھر بھی بڑا ہے ابھی اس کام کو سرانجام نہیں دیا
لیکن عورتوں میں سے کتنی ہیں جنھوں ان انعامات کے حصول کے لئے
کوشش کی ہے۔ ہر انسان اپنی قبر میں جائے گا۔ پس ہر ایک کو اپنی
فکر آپ کرنی چاہیئے۔ جس طرح مرد کی پڑھی ہوئی نماز عورت کے کام نہیں
آسکتی۔ اسی طرح مرد کا دیا ہوا چندہ اور مرد کی قربانی عورت کے کام
نہیں آسکتی۔ پس سوچو تو سہی کہ تم نے اس طرف کتنی توجہ کی ہے
دوسروں کی طرف نہ دیکھو صرف اپنے نفس پر غور کرو تو اس سوال کا
جواب تمھیں مل جائے گا۔ تمھیں پیش کرکے اور تمھارے بناوٹی مظالم
سُنا سُنا کر لوگوں کو اسلام سے پھیرا تو جا رہا ہے لیکن اسلام میں لانے
کے لئے تم کیا کام کر رہی ہو۔ میں مانتا ہوں کہ وہ چند جھوٹوں کی شرارت
ہے اور تمھارا قصور نہیں لیکن پھر بھی کسی نہ کسی طرح اسلام سے پھیرنے

کے لئے تمہارے وجود کو آگے کیا جاتا ہے کیا اس کا کفّارہ کرنا تمہارا فرض نہیں ؟ دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا عہد تم نے اسی طرح کیا ہے جس طرح مردوں نے۔ اس لئے یُوں بھی تو اسلام کی خدمت تم پر فرض ہے لیکن اس کے علاوہ یہ بات کہ تمہارے وجود کو اسلام سے پھیرنے کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اس بات کو اور بھی اہمیت دے دیتی ہے کہ تم کو بھی مردوں کی طرح جلد اسلام کی نصرت کے لئے کھڑا ہو جانا چاہیئے +

میرے دل میں ایک تجویز اللہ تعالےٰ نے ڈالی ہے وہ میں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں اس پر عمل کرو۔ دونوں باتیں ایک وقت میں پوری ہو جائیں گی تمہارا عہد بھی پورا ہو جائے گا اور تمہارے نام کا جو ناجائز استعمال ہوتا ہے اس کا کفارہ بھی ہو جائے گا اور وہ یہ ہے +

اس وقت مرد اندازاً آٹھ دس ہزار روپیہ ماہوار کا خرچ برداشت کر رہے ہیں جن سے مختلف ضروریات دینی کو پورا کیا جاتا ہے۔ اور سر دست مردوں کی جماعت پر اتنا بوجھ ہے کہ وہ اب زیادہ بوجھ برداشت نہیں کر سکتی۔ ولایت کے اخراجاتِ تبلیغ بڑھ رہے ہیں اور اس وقت پانچ سو ۵۰۰ روپیہ ماہوار کا اندازہ کیا جاتا ہے کہ جس سے وہاں گزارہ ہو سکتا ہے اس وقت وہاں ایک آدمی ہے لیکن دو کے بغیر گذارہ نہیں۔ پس پانچ سو سے کم میں کسی صورت میں گذارہ نہیں ہو سکتا۔ مرد آٹھ دس ہزار روپیہ کے قریب سلسلہ کی مختلف ضروریات پر خرچ کرتے ہیں۔ عورتیں اپنے ذمہ یہ پانچ سو کی رقم لے لیں۔ گویا مردوں سے قریباً سولھواں حصہ خرچ ان کے ذمہ پڑتا ہے اس سے ان کا یہ عہد بھی پُورا ہو جائے گا کہ ہم دین کو دُنیا پر مقدم رکھیں گی۔ اور جو لوگ ان کے وجود کو پیش کر کے اسلام سے لوگوں کو بدظن کرتے ہیں ان کی اس کارروائی کا بھی جواب ہو جائے گا کیونکہ جب ولایت کے لوگوں کو یہ معلوم ہو گا۔ کہ مسلمان عورتوں نے وہاں کے لوگوں کی ہدایت کے لئے ایک تبلیغی وفد بھیجا ہے تو اُن کو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ یہ جو ہمیں سُنایا جاتا تھا کہ اسلام میں عورتیں جانوروں کی طرح سمجھی جاتی ہیں اور رُوحانی ترقیات کے دروازہ ان کے لئے بند ہیں یہ بالکل غلط تھا۔ کیونکہ مسلمان عورتیں نہ صرف خود دین پر قائم ہوتی ہیں بلکہ وہ تو ہزاروں کوس پر ہمیں بھی اسلام کی طرف بُلانے کے لئے وفد بھیج رہی ہیں یہ ایک عملی چوٹ ہو گی جو جھوٹ بولنے والوں کے طلسم کو آناً فاناً توڑ دیگی اور اہلِ یورپ کی آنکھیں اس بات کو معلوم کرتے ہی کھل جائیں گی اور وہ معلوم کر لیں گے کہ صرف صداقت سے محروم رکھنے کے لئے انھیں دھوکا دیا جاتا تھا۔ پھر جس قدر لوگ اسلام لائیں گے ان کا ثواب تمہارے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا +

یورپ کے لوگوں کو اس بات سے واقف کرنے کے لئے کہ یہ وفد عورتوں کی طرف سے ہے ایک اشتہار بھی احمدی عورتوں کی طرف سے انگریزی میں ترجمہ کرا کر شائع کر دیا جائے گا۔ یہ مت خیال کرو کہ عورتیں اس قدر روپیہ کس طرح جمع کر سکیں گی۔ جس قدر مرد ہیں اسی قدر عورتیں اس جماعت میں ہیں پھر کیوں وہ مردوں کے روپیہ سے سولھواں حصہ بھی جمع نہیں کر سکتیں جب تک باقاعدگی نہیں یہ مشکل ہے جب یہ کام شروع ہو گیا تو دیکھو گی کہ اس سے بھی زیادہ رقم جمع ہو جایا کرے گی جب مردوں نے چندہ شروع کیا تھا تو ان پر بھی لوگ نا امید تھے لیکن خدا تعالےٰ نے ان کے اخلاص میں برکت دی اور آخر کامیابی کا سہرا ان کے سر باندھا گیا تم خدا تعالےٰ کے لئے کمر ہمت کس لو اور کامیابی خود تمہارے استقبال کے لئے آگے بڑھے گی۔ ہر جگہ کی عورتیں اپنے ہاں جلسہ کریں اور ایک اپنی سیکرٹری مقرر کریں جو ماہوار چندہ سب سے لکھوا کے اور باقاعدہ طور سے یہاں بھجوا دیا کرے۔ اگر کسی جگہ ایسی کارکن عورت نہ ہو۔ تو مرد سکرٹری ہیں خاوندوں باپوں بھائیوں اور بیٹوں کے ذریعہ سے عورتوں کا چندہ وصول کریں وہ الگ جمع ہو اور الگ ہی بھیجا جایا کرے۔ اور چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا حکم ہے کہ ہر ایک احمدی لنگر کے لئے چندہ دے اس لئے میری تجویز یہ ہے کہ سب چندہ میں سے دسواں حصہ لنگر کے فنڈ میں منتقل کر دیا جایا کرے اور باقی تبلیغ ولایت پر خرچ ہو لیکن یہ ضرور ہے کہ اکٹھا سب ایک جگہ ہی ہو۔ چونکہ تبلیغ ولایت کا کام انجمن ترقی اسلام کے ماتحت ہے اس لئے وہیں یہ چندہ آنے چاہئیں اور لکھا ہونا چاہیئے **کہ عورتوں کا چندہ تبلیغ ولایت کے لئے ہے**۔ آیندہ ہر ایک عورت جو چندہ دے خواہ ماہوار خواہ اعانت کے طور پر وہ سب اسی فنڈ میں جمع ہُوا کرے اس میں سے دسواں حصہ لنگر میں دیا جایا کرے اور باقی ولایت کی تبلیغ پر خرچ ہو (سوائے صدقہ وغیرہ کے کہ یہ چندہ کسی جگہ نہیں خرچ ہو سکتے) +

تمام وہ مبائع عورتیں یا مرد جن کی نظر سے یہ مضمون گزرے ان کو چاہیئے کہ فوراً اس مضمون سے تمام عورتوں کو آگاہ کرنے کی کوشش کریں **اور ہو سکے تو عورتیں ایک جلسہ کر کے اس میں یہ مضمون کسی عورت سے پڑھوا کر سُنیں اور بہت جلد باقاعدہ انتظام کی طرف متوجہ ہوں** + گاؤں کی عورتیں یہ انتظام کر سکتی ہیں کہ ایک آٹا فنڈ قائم کر لیں اور روزانہ ایک مٹھی آٹے کی الگ کر کے ایک برتن میں جمع کر دیا کریں جو ہفتہ وار جمع ہو کر عورتوں کے تبلیغ فنڈ میں جمع کیا جائے اور فروخت کر کے اس کی قیمت قادیان بھجوا دی جایا کرے اس طرح آسانی سے بہت سی رقم ہر گاؤں سے جمع ہو سکتی ہے + قادیان میں یہ تحریک شروع ہو گئی ہے اور اعانت و ماہواری چندہ کا انتظام ہو رہا ہے سب سے پہلے چوہدری فتح محمد صاحب کی اہلیہ نے جو حضرت خلیفہ اوّل رض

کی نواسی ہیں اس میں حصّہ لیا ہے اور اپنا زیور قیمتی بائیس ۲۲ روپیہ بطور اعانت کے دیا ہے ماہواری چندہ کا بھی انتظام ہو رہا ہے ایسے تمام چندہ اسی ضمیمہ میں ہمیشہ چھپتے رہیں گے۔ اور اس فنڈ کی ترقی کی رپورٹیں نکلتی رہیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ میں آخر میں اس دُعا پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ خدا کرے ہماری جماعت کی عورتیں اس آیت کی مصداق بنیں کہ اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝ یعنے جو مسلمان مرد ہیں یا مسلمان عورتیں جو ایمان لانے والے مرد ہیں یا ایمان لانے والی عورتیں جو فرمانبردار مرد ہیں یا فرمانبردار عورتیں جو سچے مرد ہیں یا سچی عورتیں جو صبر کرنے والے مرد ہیں یا صبر کرنے والی عورتیں جو روزہ رکھنے والے مرد ہیں یا روزہ رکھنے والی عورتیں جو اپنے شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد ہیں یا حفاظت کرنے والی عورتیں اور جو اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرنے والے مرد ہیں یا یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی بخشش اور بڑے بڑے انعامات تیار کئے ہیں۔ واخر دعوینا ان الحمد للہ رب العٰلمین ٭

خاکسار

مرزا محمود احمد

دُنیا میں بہت سے مذہب ہیں۔ مثلاً مسیحی مذہب جسے مسلمان عام طور پر عیسائی مذہب کہتے ہیں۔ ہندو مذہب جس کا پیرو ہندوستان کا کثیر حصہ ہے۔ سکھ مذہب جو درحقیقت اسلام کا ایک فرقہ ہے۔ لیکن مسلمان بادشاہوں سے بعض جھگڑے ہو جانے کی وجہ سے اسلام سے اتنا دُور ہو گیا ہے کہ اس کے ماننے والے اسے ایک نیا دین سمجھنے لگ گئے ہیں لیکن وہ کوئی نیا مذہب نہیں کیونکہ اس کی کوئی شریعت نہیں۔ اگر وہ کوئی نیا مذہب ہوتا۔ تو اس کی کوئی شریعت بھی ہوتی۔ بدھ مذہب جو چین اور جاپان میں بہت کثرت سے پھیلا ہوا ہے اور کہتے ہیں کہ اس کے ماننے والوں کی تعداد دوسرے سب مذھبوں کے ماننے والوں سے زیادہ ہے۔ اسی طرح اور بہت سے مذہب ہیں۔ اور پھر مختلف مذھبوں کی شاخیں ہیں جو ہزاروں کی تعداد تک پہنچ جاتی ہیں۔ ان سب مذھبوں کے پیرو اپنے اپنے مذہب کو پورے یقین سے سچا مانتے ہیں۔ اور اپنے حق پر ہونے کا ان کو ایمان ہے جس سے بظاہر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یا تو سب مذہب سچے ہیں اور ہر مذہب میں انسان اطمینان حاصل کر سکتا ہے۔ یا سب جھوٹے ہیں۔ اور جسے وہ اطمینان سمجھتے ہیں وہ دھوکا ہے لیکن اصل بات اور ہے نہ تو سب مذہب سچے ہیں کیونکہ سب مذھبوں میں اتنا اختلاف ہے کہ وہ سب سچے نہیں ہو سکتے۔ اگر ایک سچا ہوگا تو اس کے مقابل والے مذہب ضرور جھوٹے ہونگے۔ اور نہ سب مذہب جھوٹے ہیں۔ کیونکہ سب مذھبوں کا سچا نہ ہونا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ سب ہی جھوٹے ہوں بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ایک سچا ہو اور باقی حق پر نہ ہوں۔ اور یہی بات حق ہے۔ اور سب مذھبوں کے پیرو جو اپنے اپنے مذھبوں میں اطمینان حاصل کرتے ہیں تو اس کی یہ وجہ نہیں کہ وہ مذاہب واقعہ میں حق ہیں اور اطمینان دیتے ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے مذہب پر غور نہیں کیا ہوتا۔ اور اس کی سچائی کو دلیلوں سے نہیں مانا ہوتا۔ بلکہ صرف ماں باپ سے سُن کر اس کو سچا مان لیا ہوتا ہے اگر وہ اپنے مذہب کے اُصولوں پر غور کریں اور اُس کی سچائی کی دلیلیں تلاش کریں تو ان کا اطمینان جاتا رہے اور انھیں معلوم ہو جائے کہ وہ ایک ایسی زمین پر کھڑے ہیں جس کے اوپر سبز گھاس بچھا ہوا ہے لیکن اس کے نیچے ایک عمیق گڑھا ہے۔ اور وہ ہر وقت اس کے اندر گر جانے کے خطرہ میں ہیں۔ اسلام کا یہ حال نہیں اسلام پر جس قدر غور کیا جائے اتنی ہی اس کی صداقت کھلتی ہے دوسرے مذاہب کی خیر اس میں ہے کہ ان کے پیرو عقل سے ہرگز کام نہ لیں اور دلیلوں کی طرف کبھی نہ جھکیں۔ اور اسلام کا فائدہ اس میں ہے کہ اس کے پیرو عقل سے کام لے کر اسلام کی صداقت کے دلائل پر غور کریں۔ کیونکہ اس طرح ان کا ایمان مضبوط ہو کر وہ ارتداد یا اباحت کے خطرہ سے بالکل محفوظ ہو جائینگے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم بار بار اپنے پڑھنے والوں کو اس بات کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ کہ وہ اسلام کی صداقت پر غور کریں تا جو نہیں مانتے ان کو اس کی صداقت معلوم ہو۔ اور جو مانتے ہیں ان کا ایمان مضبوط ہو جائے مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں میں سے بھی اکثر اسلام سے ایسے ہی بے خبر ہیں جیسے دوسرے مذاہب کے پیرو اپنے مذہب سے ہیں اور بہت سے مسلمان ایسے

نکلیں گے۔ جن سے اگر پوچھا جائے کہ اسلام کیا ہے تو وہ ہرگز اسلام کی تعریف نہ کر سکیں گے۔ اور نہ اسلام کی تعلیم کی صداقت کی کوئی دلیل بتا سکیں گے۔ اور تحقیقات پر معلوم ہو گا۔ کہ ننانوے فیصدی مسلمان اسلام کو صرف اس لئے مانتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے۔ حالانکہ اس ایمان کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر ماں باپ کا مذہب ہونے کی وجہ سے کوئی مذہب سچا ہو جاتا ہے۔ تو کیوں یہودی مذہب کو مان کر جو ان کے آباؤ و اجداد کا مذہب ہے۔ حق پر نہیں؟ غرض اس وقت مسلمانوں کی حالت بلحاظ ایمان کے ویسی ہی ہو رہی ہے جیسی کہ اور مذاہب کے پیرووں کی۔ حالانکہ ان مذاہب کے پیرووں کو تو ان کی صداقت پر غور کرنے سے صرف اسلئے روکا جاتا ہے کہ تا ان کی غلطی ان پر نہ کھل جائے۔ اور اسلام کو ہرگز یہ خطرہ نہیں۔ اسلام کو تو غور و فکر سے ترقی حاصل ہوتی ہے۔ اور جو مسلمان اسلام اور اسکی صداقت کے دلائل سے ناواقف ہیں۔ وہ بجائے ایمان میں زیادہ ہونے کے ایمان میں کمزور ہوتے ہیں ؎

مسلمانوں کی اس حالت کو دیکھ کر اور خصوصاً عورتوں کی اسلام سے ناواقفی کو معلوم کر کے میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ اس ضمیمہ کے ذریعے عورتوں کو اسلام اور اس کی صداقت کے دلائل سے وقتاً فوقتاً آگاہ کیا کروں۔ تا وہ اس جہالت سے نجات پائیں۔ اور علم کی روشنی سے ان کے گھر منور ہوں۔ اس سلسلہ مضامین کا نام الاسلام ہو گا۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ ہر ایک سال میں ایک دو کالم کا مضمون اس عنوان کے نیچے شائع ہوتا رہیگا۔ جو امید ہے کہ خدا تعالےٰ کے فضل کے ماتحت مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے مفید ثابت ہو گا۔ اس دفعہ صرف اسقدر تمہید کافی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مذہب کا صرف ماننا کافی نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس مذہب کی پوری واقفیت نہ ہو۔ اور اسکی صداقت کی دلیلیں معلوم نہ ہوں۔ پس ہماری جماعت کی عورتوں اور مردوں کو ان مضامین سے آگاہی ہونی چاہیئے ؎

مرزا محمود احمد

# تاریخ

## سوانح خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم

### نمبر (۱)

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی واقفیت اسلام کی واقفیت ہے۔ پیارے کی سب باتیں پیاری ہوتی ہیں۔ سو ہم نہایت مختصر طور پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک سوانحعمری لکھتے ہیں:۔

برّہ اعظم افریقہ کے شرقی جانب سمندر پار ایک جزیرہ نما ہے (یعنے ایسا ملک جس کے اکثر طرف پانی ہے) اُسے عرب کہتے ہیں۔ یوں تو اس کا اکثر حصہ ریگستان ہی ہے لیکن جو ساحل کہ افریقہ کی طرف ہے۔ اس کا شمالی حصہ بہت غیر آباد ہے۔ اور اسی جانب سمندر سے پچاس میل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے۔ جسے مکّہ یا بکہ کہتے ہیں۔ اس شہر میں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہاں کی زمین اس قابل ہی نہیں کہ اس میں کوئی چیز بوئی جا سکے۔ بعض لوگوں نے باہر سے مٹی لا کر یہاں باغات اُگانے چاہے۔ لیکن اس میں بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ شمالی جانب شہر سے باہر کچھ جھاڑیاں نظر آئیں گی۔ لیکن ایسی خشک کہ اس کا نام باغ رکھنا باغوں کی ہتک ہے۔ اور ہمارے نزدیک تو اس وادی غیر ذی زرع میں درخت لگانے کا کوئی فائدہ نہیں جسے خدا غیر ذی زرع کہتا ہے وہاں کسی درخت نے کیا اُگنا ہے۔ جس جگہ کھیتی نہ اُگی۔ وہاں درخت کس طرح اُگیگا۔

غرض اس شہر کے آس پاس کوئی سبزی نہیں۔ ایک وقت وہ تھا کہ یہاں پانی بھی نہ تھا لیکن قریباً سینتیس ۳۷ سو سال ہوئے۔ کہ یہاں ایک چشمہ پھوٹا تھا۔ جس کے باعث اس مقام پر کچھ آبادی ہو گئی۔ جو بڑھتے بڑھتے ایک شہر کی صورت اختیار کر گئی ؎

بیس ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو اس شہر کے ان باشندوں میں سے جو حضرت ابراہیم ؑ کے بڑے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل کی نسل سے تھے۔ ایک معزز خاندان کے ایک شریف انسان عبداللہ نامی کے ہاں انکی بیوی آمنہ کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوا۔ جس کا نام ایک بشارت کے ماتحت اس کی والدہ نے محمدؐ رکھا۔ کیونکہ اس کا والد اسکی ولادت سے پہلے ہی فوت ہو چکا تھا۔ اس بچہ کی پیدائش پر کسی شخص کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ کیسا عظیم الشان انسان ہونیوالا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ یعنی جس شخص نے بڑا بننا ہو۔ اُس کی ترقی کے آثار اُس کے طفولیت کے زمانہ سے ہی ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ یہ مثل بالکل درست ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑائی کے آثار بھی آپ کے رشتہ داروں نے آپ کی پیدائش کے وقت ہی آپ کے چہرہ پر دیکھ لئے۔ لیکن پھر بھی ان نشانات سے وہ یہی نتیجہ نکالتے تھے۔ کہ یہ بچہ بڑا ہونہار ہو گا۔ مگر یہ کوئی نہ کہہ سکتا تھا کہ کیسا ہونہار ہو گا۔ نہیں اُسکی ترقی کا ہزارواں حصہ بھی اُن کے ذہن میں نہ آتا تھا۔

مکّہ میں دستور تھا کہ شریف گھرانے کی عورتیں اپنے بچّوں کی پرورش خود نہ کیا کرتی تھیں بلکہ پاس کے دیہات کی عورتوں میں سے کسی کے سپرد کر دیتی تھیں۔ وہ اُجرت پر اس کی پرورش کرتی تھی۔ تھوڑے سے عرصہ کے بعد دیہات کی عورتیں مکہ میں آتیں۔ اور بچوں کو لے جاتیں۔ آپ کی پیدائش کے بعد جب ان عورتوں کا ایک گروہ مکہ میں آیا۔ تو ان میں سے

ہر ایک نے اپنے لئے بچہ تلاش کرنے شروع کئے۔ مالدار لوگوں کے بچے زیادہ نفع بخش خیال کئے جاتے تھے۔ اسلئے سب انہی کی تلاش کرتی تھیں۔ آپ کی طرف کوئی رُخ بھی نہ کرتی۔ کیونکہ آپکے یتیم اور غربت کی وجہ سے وہ اس سودے کو سُود مند خیال نہ کرتی تھیں۔ آہ! نادان عورتیں انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ سودا کیسا سود مند ہونیوالا ہے ؛

انہی عورتوں میں سے حلیمہ نامی ایک عورت بھی کسی مالدار کے بچہ کی تلاش میں اِدھر اُدھر بہت گھومی۔ لیکن کسی مالدار کا بچہ اُسے نہ ملا۔ اور وہ خالی رہ گئی۔ اس شرم سے کہ اسکی سہیلیاں اُسے کہیں گی کہ تجھ پر کسی نے اعتبار نہ کیا۔ اور یوں بھی شہرت کو نقصان پہنچیگا اور کچھ یہ ارادہ رحم اس نے آپکے گھر کا رُخ کیا۔ اور آپکے لے جانے کا ارادہ آپ کی والدہ مکرمہ کے سامنے پیش کیا۔ جنھوں نے آپ کو اس کے حوالہ کر دیا۔ قدرت کا زبردست ہاتھ کس طرح کام کر رہا تھا۔ عرب جیسے مشرک ملک میں عبد اللہ (اللہ کا بندہ) نامی انسان کے گھر میں آپ کی پیدائش شروع سے ہی شرک کو بیخ و بُن سے اکھیڑ دینے کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ تو آمنہ (امن دینے والی) کے بطن سے پیدا ہونا اس امن پسندی کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ جو آپ کی طبیعت میں ابتداء سے ہی ودیعت کی گئی۔ اب دُودھ اور حفاظت آپ کو حلیمہ (دانا) کی نصیب ہوئی۔ کیونکہ آپ دُنیا کو دانائی سکھانے آئے تھے ؛

آپ کو لئے ہوئے ابھی چند گھنٹہ بھی نہ گذرے تھے کہ حلیمہ اور اسکے خاوند نے محسوس کرنا شروع کر دیا۔ کہ اس گودڑی میں ایسے بے بہا قیمتی لعل ہیں۔ جن کی قیمت کا ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔ حلیمہ کا دودھ کچھ ایسا زیادہ نہ تھا۔ مگر آپ کو چھاتیوں سے لگاتا تھا کہ دودھ اس کثرت سے آنا شروع ہُوا کہ وہ حیران رہ گئی .. .. .. وہ اپنے دودھ کو دیکھ کر حیران تھی۔ اُسے کیا معلوم تھا کہ اس بچہ کے مُنہ سے دودھ کی ایسی نہر بہنے والی ہے۔ جو ہر ملک اور ہر زمانہ کے لوگوں کو سیراب کر دیگی ؛

سب عورتیں خوش خوش اپنے گھروں کی طرف واپس جا رہی تھیں۔ اور ہر ایک اپنی خدمت پر عمدہ انعامات کی امید لگائے بیٹھی تھی۔ مگر حلیمہ کا دل آپ کی محبت سے معمور تھا۔ اور وہ آپ کی خدمت کسی لالچ سے نہیں۔ بلکہ محض محبت سے کرنی چاہتی تھی۔ اور اللہ تعالےٰ کب پسند کر سکتا تھا۔ کہ اس کا محبوب مزدوری کا دودھ پئے۔ وہ تو اُسے محبت کی چھاتیوں سے دُودھ پلوانا چاہتا تھا۔ سو اس نے ایسا ہی کیا۔ حلیمہ کو کسی مزدوری کی اُمید نہ تھی۔ آپکے چہرہ کو وہ جوں جوں دیکھتی۔ اس کا دل محبت سے پُر ہوتا جاتا تھا۔ آہ! وہ کیسی خوش قسمت تھی۔ جس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی چھاتی سے لگایا۔ حلیمہ! حلیمہ!! کروڑوں کروڑ انسان تیری خیالی تصویر کی طرف رشک کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ بڑے بڑے زبردست بادشاہوں کی بیویاں اور مائیں خواہش کرتی ہیں کہ وہ غریب حلیمہ ہوتیں مگر جو فخر خدا تعالےٰ نے تجھے دیا ہے۔ اُسے کون چھین سکتا ہے۔ تو واقعہ میں حلیمہ تھی۔ تو نے اس بچہ کی دایہ بننے میں جس دانائی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ تیرے نام کی صداقت پر شاہد ناطق ہے۔ ہاں تیری سہیلیاں تو اور زمانوں میں انعامات پانے کی خوشی میں مسرور جا رہی تھیں۔ لیکن تیرا انعام تو تیرے ساتھ تھا۔ تو کیوں خوش نہ ہوتی۔ جب اُدھار والیاں خوش ہوں۔ تو نقد والی کا دل کیوں خوشی سے پُر نہ ہو ؛

جیسا کہ پہلے اوپر لکھا ہے۔ خدا تعالےٰ پسند نہ فرماتا تھا کہ اپنے محبوب کو مزدوری کا دُودھ پلوائے۔ سو اس نے ایسا انتظام کیا۔ جس سے آپ محبت کا دُودھ پیتے لیکن ساتھ ہی اس نے یہ بھی پسند نہ فرمایا کہ اسکے محبوب پر کسی کا احسان رہے۔ سو اس نے حلیمہ کے گھر پر پہنچنے سے پہلے ہی اسکے گھر کو انعام سے بھر دیا۔ اس کے گھر کے جانوروں کے دُودھ سُوکھے ہوئے تھے۔ مگر جب راستہ میں آپ کو لئے چلی آ رہی تھیں کہ تمام جانوروں کے تھن دُودھ سے پُر ہو گئے۔ اور بہنے لگے۔ دیکھنے والے دیکھ کر حیران ہو گئے۔ گھر پہنچیں تو یہ واقعہ دیکھ کر اور بھی یقین ہو گیا۔ کہ کسی آسمانی انسان کو اپنے ساتھ لے آئی ہیں۔ اب حلیمہ کو یہ غم نہ تھا کہ میں ایک یتیم بچہ کو کیوں لے آئی ہوں۔ اس کی خدمت کا مجھے کیا فائدہ ہو گا۔ بلکہ یہ فکر تھا۔ کہ اس لعل بے بہا کو کوئی مجھ سے واپس نہ لیجائے۔ سارا گھر عاشقوں کی طرح آپکے ارد گرد رہتا۔ اور آپ کی محبت سب چھوٹوں بڑوں کے دل میں گھر کر گئی تھی۔ برکت صرف حلیمہ کے گھر میں ہی نہیں آئی۔ بلکہ اس میں سب قبیلہ والوں کو حصہ ملا۔ بنو سعد حلیمہ کے قبیلہ کی اُس دن سے حالت ہی بدل گئی۔ انکی ہر ایک چیز میں برکت ہونی شروع ہو گئی۔ اور وہ نہایت کشایش کی زندگی بسر کرنے لگے ؛

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالےٰ)

احباب سے درخواست

# تربیت اولاد

## نمبر اوّل



تمام قوموں کی ترقی میں اُن کی اولاد کو بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ ایک قوم کتنا ہی عظیم الشان کام کرے۔ اگر اس کی اولاد آگے اس کی حفاظت نہیں کر سکتی۔ اسے قائم نہیں رکھ سکتی۔ تو اُس کی تمام محنت برباد ہو جاتی ہے۔ وہی اقوام اپنے کام کو جاری رکھ سکتی ہیں۔ جو اپنی اولاد کی تربیت کا پُورا خیال رکھتی ہیں۔ پس اولاد کی تربیت ایک بڑا اہم امر ہے۔ جس کی طرف توجہ کرنا اس قوم کا فرض ہے۔ جو زندہ رہنا چاہتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ وہ تربیت کب کس طرح اور کس ذریعہ سے ہونی چاہیئے؟ کس ذریعہ کا جواب تو یہ ہے کہ سب سے بہتر ذریعہ تربیت اولاد کا اس کی والدہ ہے اور اسی لئے ہم اس مسئلہ کو عورتوں کے رسالہ میں چھیڑنا چاہتے ہیں۔ کس طرح کا جواب آگے چلکر جہاں اس امر کے متعلق تفصیلی بحث ہوگی۔ بیان کیا جائے گا۔ سب سے پہلے ہم سب سے پہلے سوال کو جو اپنے اثرات کے لحاظ سے نہایت اہم ہے۔ لیتے ہیں کہ تربیت اولاد کب شروع ہونی چاہیئے؟ اس سوال پر غور نہ کرنے کی وجہ سے بہت سے گھرانے تباہ ہوئے۔ اور ہو رہے ہیں۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ تربیت کا وقت وہ ہے جبکہ بچہ ہوش سنبھال لے یعنے بلوغ کے قریب پُہنچ جائے۔ بعض اس سے بھی اُوپر کا زمانہ قرار دیتے ہیں۔ اور انکے نزدیک چھوٹے بچہ کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دینی نادانی ہے۔ کیونکہ بچہ نادان ہے۔ نادان کو سمجھانا یا اسکے کام پر بُرا منانا دُرست نہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ خیال دُرست نہیں۔ کیونکہ گو بچہ نادان ہو۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اسکی یہ نادانی بوجہ اس کی فطری کمزوری کے ہے یا بوجہ عدم علم کے ہے۔ اگر اسکے اندر سمجھنے کا مادہ ہے ہی نہیں تب تو بے شک کہا جا سکتا ہے کہ جب اس کے اندر سمجھنے کا مادہ ہے ہی نہیں تو اُسے سمجھایا کیوں جائے لیکن اگر اسکے اندر سمجھنے کا مادہ تو ہے مگر بوجہ علم نہ ہونے کے وہ کوئی ناشائستہ حرکت کرتا ہے۔ تب ضرور اُسکو سمجھانا چاہیئے۔ کیونکہ جب اسکی ناشائستہ حرکات صرف علم نہ ہونے کے باعث سے ہیں تو جب اُسکو علم حاصل ہو جائیگا تو وہ آیندہ اس سے اجتناب کریگا۔ پس اسکو علم نہ دینا گویا اُسے جان بُوجھ کر جاہل رکھنا ہے ؛

پیشتر اس کے کہ ہم عقل و مشاہدہ کی رُو سے اس امر پر مفصل بحث کریں کہ بچّوں کی تربیت نہایت ابتدائی عمر سے شروع ہونی چاہیئے۔ ہم اس معلم کا دستور العمل دیکھتے ہیں۔ جو دُنیا کی ہدایت کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہُوا تہا۔ اور جسکے عمل کی نقل کرنے کا حکم تمام بنی نوع انسان کو دیا گیا ہے۔ کیا اسکے نزدیک بچوں کی تربیت انکی بلوغت یا ہوش سنبھالنے کے وقت سے شروع ہونی چاہیئے یا اس سے پہلے بھی ان کو نیکی کی تعلیم دینی چاہیئے؟

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ کہ رُسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بچہ کی پیدایش پر سب سے پہلے اُس کے دائیں کان میں آذان اور بائیں کان میں تکبیر کہلواتے۔ تب اسکو کوئی چیز کھانے کے لئے دیتے۔ نئے پیدا ہوئے ہوئے بچہ کی حالت کی نسبت ہر ایک شخص جانتا ہے۔ کہ اُسے کوئی ہوش نہیں ہوتا۔ اس کی بینائی اور شنوائی بھی چند دن کے بعد ہی پوری طرح کام کرنے لگتے ہیں۔ اس وقت اسکے کان میں اذان دینے سے کیا مطلب ہے؟ وہ بچہ نہ تو اس تعلیم کو سمجھ سکتا ہے۔ نہ اُسپر عمل کر سکتا ہے۔ بچہ تو کئی سال میں زبان کے سمجھنے اور بولنے پر قادر ہوتا ہے۔ اور عرب کے سوا دوسرے ممالک کے باشندے تو بڑے ہو کر بھی عربی مشکل سے سمجھ سکتے ہیں۔ پھر ان بچہ کے کان میں آذان و تکبیر کہنے سے یہ فائدہ تو ہرگز متصور نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ اسکو سنکر اسپر اسی وقت عمل کرے۔ لیکن باوجود اسکے نہ سمجھنے کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے۔ اور دوسروں کو ایسا کرنے کی نصیحت فرماتے تھے یہ بھی خیال نہیں کیا جا سکتا۔ کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک لغو اور بے فائدہ کام کرتے تھے یا دوسروں کو ایسا کرنے کا حکم دیتے تھے۔ کیونکہ آپ کا ہر ایک کام حکمت پر مبنی ہوتا تہا۔ پس اِن دونوں باتوں کو مدّ نظر رکھتے ہوئے خواہ ہمیں رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بچہ کے کان میں اذان و تکبیر کہنے کی حکمت نہ بھی معلوم ہووے یہ تو ضرور معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اگر ایک وقت بچہ بات کو نہ بھی سمجھ سکے۔ تب بھی اس کے کان میں بات ڈالنی مفید ہوتی ہے۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا۔ تو ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس وقت جبکہ بچہ اشارہ یا کلام سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اُسکو نصیحت کرنی اور بھی مفید ہوگی۔ پس رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس سنت سے ہم کو معلوم ہو گیا کہ بچہ کی تربیت کا وقت اس کی بلوغت اور جوانی کا وقت نہیں۔ بلکہ جب وہ چھوٹی سی چھوٹی عمر کا ہوتا ہے۔ اُسیوقت سے اُسکو نصیحت کرنی چاہیئے۔ اور اس کے اخلاق کی دُرستی کی فکر رکھنی چاہیئے۔ اور یہ کہنا دُرست نہیں کہ ابھی بچہ ہے۔ بڑا ہو کر آپ سمجھ جائے گا ؛

رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بچہ کے کان میں آذان کہنے کا جو حکم دیا ہے۔ اُسکی حکمت بھی میں اس جگہ بیان کر دینی مفید خیال کرتا ہوں۔ کیونکہ اس حکمت کے معلوم ہونے سے تربیت اولاد کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ علم قوائے انسانی سے یہ بات پوری طرح ثابت ہو گئی ہے۔ کہ حواس خمسہ کے ذریعہ سے جو چیز بھی انسان کو معلوم ہوتی ہے۔ وہ ضائع نہیں ہوتی۔ بلکہ قوت حافظہ میں جمع رہتی ہے۔ کبھی کبھی انسان کسی سنی سنائی بات

یا دیکھی چیز کی نسبت معلوم کرتا ہے کہ وہ اُسے بھول گئی ہے۔ تو اس کا یہ باعث نہیں ہوتا کہ وہ اس کے حافظہ سے مِٹ گئی ہے۔ بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ اس کے مقام مقررہ سے وقت پر اُسے نکال نہیں سکتا۔ ورنہ وہ اسی طرح اپنی جگہ پر پڑی ہوئی ہوتی ہے یہی وجہ ہے۔ کہ جن الفاظ کو انسان ہمیشہ بولتا ہے۔ وہ فوراً اس کو یاد آ جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی مقررہ جگہ پر پہنچ کر ان کو اپنی نظروں کے سامنے لانے کی اسکو عادت ہو جاتی ہے بعض دفعہ ایک بات آدمی کو بالکل بھولی ہوئی ہوتی ہے۔ لیکن خواب میں یاد آ جاتی ہے۔ یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ حافظہ سے مٹی نہیں تھی۔ بلکہ صرف نظروں سے پوشیدہ ہو گئی تھی۔ یہ قاعدہ اسقدر وسیع ہے کہ وہ الفاظ جو انسان بالکل بچپن کی حالت میں سنتا ہے۔ ان پر بھی حاوی ہے۔ اور جن الفاظ کو سمجھتا تک بھی نہیں۔ ان کا بھی یہی حال ہے۔ جس صورت میں وہ سُنے گئے ہیں۔ اسی صورت میں حافظہ میں موجود رہتے ہیں۔ یہ بات بے دلیل نہیں بلکہ مشاہدہ اس کی تائید کرتا ہے۔ کچھ مدت ہوئی۔ فرانس کی ایک عورت کو ہسٹریا جسے یونانی طب میں اختناق الرحم کہتے ہیں ہو گیا۔ جب دورہ کا وقت آتا۔ وہ ایک ایسی زبان میں کلام کرتی۔ جسے اسکے رشتہ دار نہ سمجھ سکتے۔ اس گاؤں کا ڈاکٹر بھی حیران تھا۔ کیونکہ جب وہ بولنا شروع کرتی تو یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ بکواس کرتی ہے بلکہ اسکی باتوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا۔ کہ یہ کسی مسلسل کلام کو دُہرا رہی ہے۔ جب گاؤں کا ڈاکٹر اس مرض کی تشخیص نہ کر سکا تو اُس نے کسی اور ڈاکٹر سے مشورہ کیا یہ ڈاکٹر جرمن زبان سے واقف تھا۔ جوں ہی کہ اس نے اس مریضہ کی تقریر سنی اس نے سمجھ لیا کہ یہ جرمن زبان میں تقریر کرتی ہے۔ اور جب اسکی سب تقریر اُس نے سُنی۔ تو اُسے معلوم ہوا کہ یہ کسی پادری کا وعظ ہے۔ لیکن اب یہ سوال ہوتا تھا کہ یہ عورت تو اَن پڑھ ہے۔ اور جرمن علاقہ میں کبھی گئی بھی نہیں۔ اور اس زبان سے بالکل ناآشنا ہے اس نے یہ تقریر کس طرح بنائی یا یاد کس طرح کی۔ جب وہ عورت ہوش میں آتی تو اس سے دریافت کرتے کہ تو نے کبھی جرمن کی زبان کی کوئی تحریر یا تقریر حفظ کی ہے یا یہ زبان جانتی ہے۔ تو وہ صاف انکار کرتی اور کہتی کہ میں اس زبان کا ایک لفظ بھی نہیں جانتی۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے اس ڈاکٹر نے اس سے دریافت کرنا شروع کیا کہ آیا کبھی وہ کسی غیر ملک کے باشندہ کے پاس ملازم رہی ہے۔ اسکے جواب میں ان سب آدمیوں کے نام بتانے شروع کئے۔ جن کے پاس وہ ملازم رہی تھی۔ ان ناموں میں سے ایک نام جرمن پادری کا بھی تھا۔ اس کو تلاش کیا گیا۔ اور اسے اس عورت کی بے ہوشی کی تقریر سنائی گئی۔ تو معلوم ہوا کہ وہ اس پادری کے ہی لیکچر تھے۔ جو اس نے اپنے جرمن سامعین کے لئے جرمن زبان میں تیار کئے تھے۔ اور اسکی عادت تھی کہ گرجا جانے سے پہلے وہ ان کو بلند آواز سے پڑھا کرتا تھا۔ چونکہ یہ عورت اس کے گھر کے کام کاج پر تھی اور پادری کے مطالعہ کے کمرہ کے پاس ہی کام کیا کرتی تھی۔ اس کے کانوں میں بھی آواز جاتی تھی۔ اور گو اس کو معلوم نہ ہوتا تھا۔ مگر اس کے حافظہ کے خزانہ میں جمع ہوتی رہتی تھی۔ چونکہ یہ ان لیکچروں کے معانی سے واقف تھی۔ اور نہ ان سے اس کو کوئی کام پڑتا تھا۔ بظاہر وہ اس کے حافظہ سے مٹے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ لیکن جب یہ ہسٹریا کے دورہ میں بے ہوش ہو جاتی تھی۔ اور اس کے قوئی پر اس کے ارادہ کا دخل و تصرف نہیں رہتا تھا۔ تو وہ کسی زمانہ کے سُنے لیکچر خود بخود اس کے سامنے آ جاتے۔ اور یہ انکو دُہرانے لگتی ؛

مذکورہ بالا واقعہ سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے۔ کہ جو بات انسان کے کان میں ایک دفعہ پڑ جائے۔ خواہ وہ اس کا اس وقت مطلب سمجھے نہ سمجھے۔ اس کے حافظہ کے خزانہ میں وہ ضرور جمع رہتی ہے۔ پس اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بچہ کے کان میں اَذان و تکبیر کہنے کی سنت جاری کی۔ کیونکہ گو پیدا ہوتے ہی بچہ زبان سمجھنے نہیں لگ جاتا۔ لیکن آپ نے مناسب سمجھا کہ سب سے پہلا کلام اسکے کان میں اللہ کی بڑائی کے متعلق ہی پڑے۔ تا اس کے نشانات اس کے تختۂ دل پر منقش ہو جائیں۔ اور جب کبھی بھی وہ اس ذکر کو سمجھنے لگے۔ پُرانے نشانات سامنے آکر خدا کے ذکر سے اسے محبت پیدا کر دیں۔ اور یہ تو مثل مشہور ہے۔ کہ داشتہ آید بکار۔ وہ آواز کسی نہ کسی وقت اپنا اثر دکھا ہی دیتی ہے اور گو اس وقت جبکہ بچہ کے حافظہ میں اذان کے الفاظ جمع کئے جاتے ہیں وہ ان کا مفہوم نہیں سمجھتا۔ لیکن جب وہ ان کے معنے سمجھنے لگتا ہے تو اس وقت پہلا نشان کام دے جاتا ہے۔ اور اس کے اعمال کی درستی میں مددگار ہوتا ہے ؛

غرض بچہ کے کان میں نیک بات کا پڑتے رہنا بہرحال مفید ہے۔ اور گو وہ ایک وقت اس بات کو نہ بھی سمجھے۔ اسکے دل پر ایک ایسا اثر ضرور ہو جائے گا۔ جو اس کی آیندہ زندگی میں کارآمد ثابت ہو گا۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ اعتدال سے کام لیا جائے۔ کیونکہ اعتدال سے گزرنے کے ہمیشہ بد نتائج ہی پیدا ہوتے ہیں۔ کثرت سے ایسے نشانات کا بچہ کے دماغ پر پڑتے رہنا جن کا مطلب وہ نہیں سمجھتا۔ اس کی فطانت اور دانائی کو ضرور صدمہ پہنچاتا ہے۔ پس جسطرح ہمارے ہادی نے ایک دفعہ اذان کہکر پھر بچہ کو چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ نہیں کیا کہ ہر روز پانچ یا چھ دفعہ اس کے کان میں اذان کہدیا جائے۔ اسی طرح ہمیں بھی اس حکم سے نصیحت حاصل کر کے یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ بچوں کو بہت زیادہ ایسے نصائح نہیں بتلانے چاہیئیں۔ جن کو پوری طرح سمجھ نہ سکیں۔ کیونکہ اس کا اثر دماغ پر خراب پڑیگا۔ ہاں جن باتوں کو وہ سمجھ سکتے ہیں۔ ان کے بار بار بتانے کا اسجگہ ذکر نہیں وہ اپنے محل پر مذکور ہو گا ؛

میں اُمید کرتا ہوں کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا سنت سے معلوم کر کے ہماری بہنیں اچھی طرح سمجھ گئی ہونگی کہ بچوں کو انکی ابتدائی عمر سے ہی نیک باتوں سے واقف کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عملاً اسوقت سے ہی خدا تعالیٰ کا ذکر بچہ کے کان میں ڈالنے کا حکم فرمایا ہے۔ جبکہ ابھی وہ اس کا مطلب بھی نہیں سمجھ سکتا ؛

میرا مضمون اسوقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور طریق عمل سے یہ بات بھی ثابت نہ کر دوں کہ جب بچہ بات کے سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اسوقت بھی آپ اُسے تعلیم اخلاق دیتے اور دینے کی نصیحت فرماتے تھے۔ کیونکہ اس بات کے ثابت کرنے کے بغیر کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ بچہ کے کان میں اذان و تکبیر کہنے کا ارشاد فرمانے سے جو تم نے استنباط کیا ہے وہ درست نہیں۔ کیونکہ جب اس عمر میں کہ وہ اپنے

# حفظانِ صحت

## صفائی

اس بات سے تو اب شاید ہی کوئی پڑھی لکھی عورت ناواقف ہوگی کہ صفائی کا اثر جسم پر اس قدر پڑتا ہے کہ جس نسبت سے صفائی کا خیال رکھا جائے اسی نسبت سے جسم میں صحت کے اجزا پیدا ہوتے ہیں یورپ میں صفائی کا چونکہ بہت خیال رکھا جاتا ہے وہاں وبا بہت کم پڑتی ہے اور اگر کبھی پڑے تو بہت جلد دب جاتی ہے لیکن ہمارے ملک میں صفائی کو بہت معمولی چیز سمجھا جاتا ہے اور جن گھرانوں میں صفائی کا خیال بھی رکھا جاتا ہے تو صرف لباس تک محدود رہتا ہے حالانکہ کپڑوں کی صفائی ہی صرف ایک ایسی شے نہیں کہ جس کا صحت کے لئے خیال رکھنا ضروری ہے بلکہ اس کے علاوہ اور بہت سی چیزیں ہیں کہ جن کو انسان روزانہ استعمال کرتا ہے اور جن کی صفائی کپڑوں سے زیادہ ضروری نہیں تو ان سے کم بھی نہیں۔ مگر عام طور پر ہندوستان کے گھرانوں میں ان کی صفائی کا خیال بہت کم رکھا جاتا ہے جس کی وجہ سے کمزور صحت والے لوگ بہت سی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً بچوں پر تو اس کا بہت بُرا اثر پڑتا ہے اور جو زہر بچپن میں کسی کے جسم میں گھر کر جائے اس کا اثر آخر دم تک قائم رہتا ہے جن لوگوں کی صحت بچپن میں خراب ہو جائے وہ اکثر عمر بیمار ہی رہتے ہیں اور بہت ہی کم ایسے لوگ دیکھے جاتے ہیں کہ بچپن میں بیماری ان کے جسم میں گھر کر چکی ہو اور پھر بڑے ہو کر وہ اس سے نجات حاصل کر لیں۔ پس اگر اپنی خاطر نہیں تو عورتوں کو اپنے بچوں کی خاطر ہی صفائی میں زیادہ محتاط رہنا چاہیئے ؎

جن اشیاء میں صفائی کا زیادہ خیال رہنا چاہیئے۔ لیکن عام طور پر ان کی صفائی کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ ان میں سے ایک برتنوں کی صفائی ہے۔ برتن کا تعلق جسم کے بیرونی حصہ سے نہیں بلکہ اندرونی حصہ سے ہوتا ہے کیونکہ برتنوں میں کھانے پکائے جاتے ہیں یا کھائے جاتے ہیں پس ان میں اگر نقص ہو تو وہ بہت جلد صحت پر اثر بد ڈالتا ہے کھانے کے ساتھ زہر معدہ میں چلا جاتا ہے اور وہاں سے خون میں مل جاتا ہے اس طرح انسان کی صحت تباہ ہو جاتی ہے اس لئے برتن کی صفائی کا بہت خیال رکھنا چاہیئے جس گھر میں برتنوں کی صفائی کا خیال نہیں رکھا جاتا ہے۔ ان میں بیماری اپنا قدم جمائے رکھتی ہے اور وہاں سے جانے کا نام نہیں لیتی ؎

### برتنوں کی قلعی

برتنوں کی صفائی میں سب سے پہلا نمبر قلعی کا ہے عام طور پر لوگ خیال کرتے ہیں کہ قلعی صرف خوبصورتی یا سفیدی کے لئے ہوتی ہے اس لئے غربا یا وہ اُمرا جو اپنے آپ کو سادہ طبع دکھانا چاہتے ہیں ان کے قلعی کرانے کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ غربا تو یہ خیال کر لیتے ہیں کہ ہم غریب لوگ ہیں ہمیں برتن کی خوبصورتی یا بدصورتی سے کیا تعلق ہے ان باتوں کا خیال تو اُمرا میں ہونا چاہیئے جن کے پاس ضرورت سے زیادہ روپیہ ہوتا ہے ہمارا کیا ہے جیسا برتن ہوا اس میں کھا لیا۔ سادگی کا اظہار کرنے والے اُمرا بھی یہ خیال کر لیتے ہیں کہ جن لوگوں کو آرائش و زیبائش سے تعلق ہے ان کو برتنوں کی قلعی وغیرہ کا بھی خیال ہے ہم تو اس دُنیا میں ہو کر بھی اس دُنیا سے بیزار ہیں۔ ہمیں ان باتوں سے کیا تعلق ہے لیکن یہ خیال ہی سرے سے غلط ہے کہ برتن کی قلعی صرف خوبصورتی کے لئے کرائی جاتی ہے کیونکہ گو اس میں کوئی شک نہیں کہ قلعی کرانے سے برتن خوبصورت ہو جاتا ہے لیکن قلعی کرانے کی یہ اصل غرض نہیں بلکہ اصل غرض جس کے لئے برتن پر قلعی کرنے کا رواج ہوا ہے وہ اور ہے ؎

تجربہ سے ثابت ہوا ہے اور علم کیمیا اس کی تصدیق کرتا ہے کہ تانبا پیتل کانسی وغیرہ دھاتوں میں ایک زہر ہوتا ہے جسے اگر کوئی شخص کھا لے تو ہلاک ہو جائے یہ زہر تمام تر چیزوں کے ساتھ آسانی کے ساتھ مل جاتا ہے پس جس برتن میں کھانا پکایا جائے اگر وہ تانبا یا پیتل وغیرہ کا ہو تو اس کا زہر کھانے میں شامل ہو جائے گا۔ اور کمزور طبیعت کے آدمی کے لئے ہلاک بھی ہو سکتا ہے جو طاقتور ہوں وہ بھی کچھ نہ کچھ اثر لئے بغیر نہیں رہ سکتے اور کچھ نہیں تو اتنا اثر تو ضرور ہوگا کہ متلی شروع ہو جائے گی۔ اور کچھ مدت تک برابر ایسے برتن میں کھانا پکا کر کھایا جائے تو نہایت خطرناک نتائج پیدا کرنے والا ہوگا۔ جن تھالیوں یا کٹوروں میں کھانا کھایا جاتا ہے ان کا بھی یہی حال ہے کہ اگر وہ پیتل یا تانبا یا کانسی کی ہونگی تو کھانے میں ان دھاتوں کا زہر مل جائے گا اور معدہ میں جا کر مختلف بیماریاں پیدا کرنے کا باعث ہوگا ؎

ایک طرف پیتل اور تانبے کے برتن کے استعمال میں وہ خطرہ ہیں

جو اوپر بیان کئے گئے ہیں لیکن دوسری طرف اس میں فوائد بھی بہت سے ہیں۔ ایک تو اس کا برتن دیر تک کام دے سکتا ہے۔ دوسرے یہ کثرت سے پایا جاتا ہے پھر اس کا گلانا اور ڈھالنا دوسری دھاتوں کی نسبت بہت آسان ہوتا ہے اور بہت آسانی سے اس کے برتن بنائے جا سکتے ہیں جو خوبصورت بھی ہوتے ہیں۔ پس (۱) چونکہ اس دھات سے برتن بنانے میں آسانی ہوتی ہے (۲) باوجود کثرت استعمال کے دیر تک قائم رہتا ہے (۳) اس کا بنا ہوا برتن خوبصورت اور سڈول ہوتا ہے۔ (۴) پھر لوہے کی نسبت ہلکا ہوتا ہے اگر اسی دل کا برتن لوہے کا ہو تو اس کا اُٹھانا مشکل ہو جائے۔ پس برتن بنانے میں سب دھاتوں سے زیادہ مناسب اور موزون بھی یہی دھات ہے +

غرض ایک طرف اس کی ضرورت اور دوسری طرف اس کے نقصانات سے داناؤں کی توجہ کو اس طرف پھیرا کہ کوئی ایسا طریق نکالا جائے جس سے اس دھات کے برتن بھی بنائے جائیں اور ان کا استعمال نقصان بھی نہ کرے چنانچہ اس کے لئے قلعی کرنے کا طریق ایجاد کیا گیا جس سے وہ نقصانات جو پیتل یا اس کے مرکبات سے بنی ہوئی چیزوں سے پیدا ہوتے ہیں دُور ہو جاتے ہیں کیونکہ تانبے پر قلعی کا پردہ آجاتا ہے اور کھانا تانبا کو نہیں لگتا بلکہ قلعی کو لگتا ہے جو زہریلی چیز نہیں لیکن قلعی کا پردہ چونکہ نہایت باریک ہوتا ہے وہ جلد گھس جاتا ہے اس لئے جب ذرا بھی شبہ ہو فوراً نئے سرے سے قلعی کرانی چاہیئے کیونکہ قلعی کی اصل غرض خوبصورتی نہیں بلکہ اس زہر سے جو پیتل کے اندر ہوتا ہے بچاؤ ہے۔ پس جس طرح امیر غریب سادہ اور آرایش پسند سب لوگ اس بات کا لحاظ رکھتے ہیں کہ ان کے کھانے میں کوئی زہریلی چیز نہ مل جائے اسی طرح ان کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ ان کے برتن بے قلعی نہ ہوں +

کیا کوئی غریب آدمی ایسا بھی دیکھا ہے جو سانپ کے مُنہ میں اپنا ہاتھ دیدے اور کہے کہ سانپ سے تو وہ بچیں جو امیر ہوں۔ میں غریب آدمی ہوں مجھے اس سے بچنے کی کیا ضرورت ہے۔ یا کوئی امیر آدمی سادگی پسند ایسا بھی دیکھا ہے جو کسی دلدل میں اس لئے گھس جائے کہ آرایش پسند لوگوں کو اس بات کی ضرورت ہوگی کہ اپنے کپڑوں کا خیال رکھیں مجھے اس سے کچھ کام ہی نہیں ؟ ایسا کوئی نہیں کرتا کیونکہ دلدل سے صرف اس لئے نہیں بچا جاتا کہ اس میں کپڑے خراب ہو جاتے ہیں بلکہ اس لئے کہ جو آدمی دلدل میں پھنس جائے وہ اس میں سے نکل نہیں سکتا اور آہستہ آہستہ اندر ہی اندر چلا جاتا ہے۔ پس جبکہ قلعی کرانے کا بھی اصل باعث پیتل کے زہر سے بچنا ہے جو ہلاکت کا باعث ہو سکتا ہے تو غربت یا سادگی بے قلعی برتن رکھنے کا عذر نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ غریب ہوں اور آٹھویں یا پندرھویں دن قلعی کا انتظام نہ کر سکتے ہوں۔ انھیں چاہیئے کہ وہ پیتل کے برتن کی بجائے مٹی کے برتن میں کھانا پکا لیا کریں اور اسی کی تھالیوں اور کٹوروں میں کھانا کھا لیا کریں۔ پُرانے زمانہ میں عام دیہات میں انہی برتنوں کا رواج تھا اور اب تک بھی ہے مٹی کو خدا تعالٰے نے ان تمام زہروں سے محفوظ رکھا ہوا ہے ہاں یہ احتیاط مٹی کے برتن میں بھی ہونی چاہیئے کہ صاف رہے اور کوئی حصہ اس کا ٹوٹا ہوا نہ ہو کیونکہ جو ٹوٹے ہوئے حصہ ہوں ان میں میل جم جایا کرتی ہے اور آخر کئی قسم کے زہر پیدا ہو جاتے ہیں +

## میل سے پاک رکھنا

قلعی کے بعد دوسری احتیاط جو برتنوں کی صفائی کے متعلق یاد رکھنی چاہیئے۔ ان کا میل سے صاف رکھنا ہے کیونکہ اگر برتن صاف نہ ہوگا تو گرد و غبار کھانے کے ساتھ پیٹ میں جا کر پیچش وغیرہ امراض پیدا کر دے گا۔ اور اگر کسی ایسی جگہ کی مٹی کی گرد برتن میں پڑی ہوئی ہوگی کہ جہاں کسی بیماری کے کیڑے تھے تو وہ کیڑے کھانے کے ساتھ معدہ میں چلے جائیں گے اور کئی صورتوں میں وہی بیماری پیدا کرنے کے باعث ہو جائیں گے جس کے کیڑے تھے +

ایک تھوڑی سی بے احتیاطی ساری عمر کے لئے انسان کو مصیبت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ ذرہ سوچو تو سہی کہ احتیاط کے ساتھ برتن کو دھو لینا زیادہ تکلیف کا باعث ہوتا ہے یا بے احتیاطی کی وجہ سے کسی سخت بیماری میں مبتلا ہو جانا۔ جس کا نتیجہ یا تو دُکھ کی موت ہو یا تکلیف کی زندگی۔ برتنوں کو گندگی اور میل سے صاف رکھنا ایسی چیز نہیں جس پر کچھ خرچ ہوتا ہو۔ غریب امیر سب اس احتیاط کو برت سکتے ہیں۔ اور بیسیوں بیماریوں سے بچ سکتے ہیں +

# صداقت اسلام کا ثبوت

ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالٰی کے اَن گنت فضل ہوں آپ نے ہر ایک ضروری بات ہمارے لئے بیان کر دی ہے۔ برتنوں کے صاف رکھنے کے متعلق بھی آپ نے ہدایت فرمائی۔ چنانچہ کتا جس برتن میں مُنہ ڈال جائے اس کی نسبت ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اسے ایک دفعہ مٹی سے اور سات دفعہ پانی سے دھو کر پھر استعمال کرنا چاہیئے۔ آپ کی اس ہدایت سے نتیجہ نکلتا ہے کہ مومن کا فرض ہے کہ ہر ایک ضرر والی چیز سے اپنی حفاظت کرے اور صفائی رکھے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ ہمیں کتے کے مُنہ ڈالنے پر برتن دھونے کا کبھی حکم نہ دیتے۔ اس ہدایت سے ہم رسول کریم صلعم کا منشاء برتنوں کی صفائی کے متعلق خوب معلوم کر سکتے ہیں +

گو اس وقت میں برتنوں کے صاف رکھنے کے متعلق مضمون لکھ رہا ہوں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کے ذکر پر میں اس بات کے بیان کرنے سے نہیں رُک سکتا کہ یہ حکم بھی اسلام کی صداقت کا ایک ثبوت ہے +

یہ بات تو سب لوگ جانتے ہیں کہ کتے کو کبھی کبھی ایک بیماری ہو جاتی ہے جسے دیوانگی کہتے ہیں۔ اس بیماری کے وقت اس کے مُنہ کا لعاب نہایت زہریلا ہو جاتا ہے۔ اور اگر زخم وغیرہ کے ذریعہ کسی کے خون میں مل جائے تو اسے بھی کم سے کم چودہ دن کے بعد دیوانگی کا دورہ ہو جاتا ہے اور حلق کے پٹھے ایسے کھنچ جاتے ہیں کہ وہ پانی نہیں پی سکتا۔ اور تشنج یا پیاس سے مر جاتا ہے۔ یہ بیماری نہایت خطرناک بیماریوں سے ہے اور یہ جب کبھی ایک سے دوسرے کو لگتی ہے تو مُنہ کے لعاب کے ذریعہ سے ہی لگتی ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلعم نے ایسے برتن کے صاف کرنے کا حکم دیا ہے جس میں کتا مُنہ ڈال جائے کیونکہ گو جب تک کتے کے اندر ہلک کا زہریلا مادہ پیدا نہ ہو جائے اس کے مُنہ میں یہ زہر پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن جب کسی طرح اس کے اندر زہریلا مادہ پیدا ہو جائے تو دیوانگی سے کچھ دن پہلے ہی اس کے مُنہ میں زہر پیدا ہو جاتا ہے لیکن دیکھنے والے کو معلوم نہیں ہوتا کہ اب اس کے اندر زہریلا مادہ پیدا ہو گیا ہے۔ پس آپ نے ہمیشہ کتے کے لعاب سے پرہیز کا حکم دیا کیونکہ کیا معلوم ہے کہ کس کتے کے اندر زہریلا مادہ پیدا ہو چکا ہے +

میرے اس بیان سے یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ نبی کریم صلعم نے کتے کے مستعمل برتن کے صاف کرنے کا کیوں حکم دیا۔ لیکن یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ آپ نے مٹی سے دھوئے جانے کی کیوں شرط لگائی۔ کیوں نہ یہ کہدیا کہ کسی چیز سے مانجھ لیا کرو۔ اس سوال کا جواب اٹھارھویں صدی میں تو کوئی نہیں دے سکتا تھا لیکن انیسویں صدی کے ابتدا میں جرمن کے ایک ڈاکٹر نے جن کا نام رابرٹ کاچ تھا اور جو سنہ ۱۹۱۰ء میں فوت ہوئے ہیں۔ اس امر کے متعلق اپنی تحقیق شائع کی ہے جس سے یہ سوال حل ہو جاتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ جب مجھے معلوم کیا کہ محمد (صلعم) صاحب نے کتے کے مُنہ ڈالنے پر برتن کو مٹی سے دھونے کا حکم دیا ہے تو مجھے خیال ہوا کہ اتنا بڑا آدمی لغو بات تو نہیں کہہ سکتا۔ اس پر مَیں نے مختلف علاقوں کی مٹیوں کا تجربہ کرنا شروع کیا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ ایک خاص دھات سب مٹیوں میں نمایاں طور سے پائی جاتی تھی اور وہ کتے کے زہر کے دفعیہ کے لئے ایک حد تک مفید تھی۔ ڈاکٹر کاچ کا یہ تجربہ مسلمانوں کے لئے ایک تازیانہ کے طور پر ہے کیونکہ بہت سے مسلمان ہیں جو شریعت اسلام کے احکام کو بیہودہ خیال کرتے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر کاچ کے تجربہ نے بتا دیا ہے کہ شریعت اسلام کا کوئی حکم بھی لغو نہیں اور یہ کہ وہ نہایت حکمت کے بھرے ہوئے قواعد پر مبنی ہیں اور اگر پہلے لوگ ان کی حکمتوں کو نہیں جانتے تھے تو آج سائنس ان کی پوشیدہ حکمتوں پر سے پردہ اُٹھا رہی ہے +

## جس وقت برتن استعمال کرو اُسی وقت صاف کرو

جیسا کہ مَیں نے اوپر بیان کیا ہے۔ برتنوں کا صاف رکھنا صحت کے قیام کے لئے نہایت ضروری ہے اور اکثر لوگ اس بات کا خیال بھی رکھتے ہیں لیکن ایک بات ایسی ہے کہ جس کی وجہ سے صفائی قریباً فضول ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ بہت سی عورتیں جب کسی برتن کو استعمال کرتی ہیں تو اس وقت اس کو صاف نہیں کرتیں بلکہ جب دوبارہ اس کے استعمال کرنے کا موقع آئے تب اسے صاف کرتی ہیں اس میں کئی نقصان پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل تو وہ برتن جلد خراب ہو جاتا ہے کیونکہ آلائش کے ساتھ لگے رہنے کی وجہ سے اکثر اوقات برتن کو زنگ لگ جاتا ہے۔ دوسرے اس صفائی سے اتنا فائدہ نہیں ہوتا جتنا کہ استعمال کرنے کے بعد فوراً صاف کرنے سے ہوتا ہے بلکہ بہت دفعہ نقصان ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی چیز برتن میں لگی رہتی ہے تو آہستہ آہستہ سڑنے لگتی ہے۔ اور سڑ کر اس کے اندر ایسے باریک کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں جنھیں انسان کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی اور یہ کیڑے کھانے کے ساتھ معدہ میں جاکر مختلف بیماریوں کے پیدا کرنے کا باعث ہو جاتے ہیں۔ اور گو برتن دھو بھی لیا جائے بلکہ مانجھ بھی لیا جائے تب بھی ان کا خطرہ دُور نہیں ہوتا کیونکہ یہ کیڑے ایسے باریک ہوتے ہیں کہ انھیں آنکھ دیکھ بھی نہیں سکتی۔ اور ان کا کسی کونہ میں لگا رہنا اور باوجود دھونے کے دُور نہ ہونا بالکل قرین قیاس ہے اور اسی طرف ان کے دُور ہونے کا یقین ہو سکتا ہے جبکہ مستعمل برتن کو نہایت تیز گرم پانی سے تھوڑی دیر تک اُبالا جائے اور اگر کسی قسم کے کیڑے پیدا نہ بھی ہوں۔ تب بھی عفونت پیدا ہو جاتی ہے جو مانجھنے سے بھی بہت مشکل سے اُترتی ہے اور کھانے کے ساتھ معدہ میں جاکر معدہ اور انتڑیوں میں عفونت پیدا کر دیتی ہے اور بدہضمی کی شکایت شروع ہو جاتی ہے۔ پس جب برتن کو استعمال کیا جائے اُسی وقت اس کو صاف کر لیا جائے۔ تبھی مفید ہوتا ہے ورنہ بعد میں مانجھنا بھی ایسا فائدہ نہیں دیتا +

جن لوگوں میں اس قسم کے کسل کی عادت ہو۔ ان کو یہ سوچنا چاہیئے کہ آخر صاف تو اس برتن کو پھر بھی کرنا پڑے گا۔ پھر اسی وقت کیوں نہ کر لیا جائے جب اسے استعمال کیا ہے۔ ایک تو اس سے صحت کو نقصان پہنچنے کا خطرہ نہیں ہوتا۔ دوسرے محنت بھی کم ہوتی ہے کیونکہ جب برتن کو رکھے رکھو تو جو چیز

اس میں لگی ہوئی ہو وہ جم جاتی ہے اور پھر اس کا اُتارنا سخت مشکل ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ ایسے برتن کو جس میں دیر تک کوئی چیز لگی رہی ہو مانجھا جاتا ہے تو باوجود تین چار دفعہ مانجھنے کے بھی صاف نہیں ہوتا۔ اور اس کو ہاتھ لگانے سے اس کے اندر کھردرے کھردرے دانے سے ہاتھوں کو محسوس ہوتے ہیں جو پچھلی آلائش کا بقیہ ہوتا ہے۔ پس جب کہ برتن کے فوراً صاف کر دینے میں تھوڑی محنت اور صحت کی درستی ہے اور اسے رکھ چھوڑنے میں زیادہ محنت اور بیماری کا خطرہ ہے۔ تو کیوں اس بات کو اختیار نہ کیا جائے جو آسان بھی ہے اور اس میں فائدہ بھی ہے +

اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ یہ غلطی کس حد تک ہندوستان میں رائج ہے تو تجربہ کے طور پر اپنے چند ہمسائیوں سے ایسے برتن مانگ کر دیکھو جو روزانہ استعمال نہیں ہوتے بلکہ دوسرے تیسرے دن ان کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً فرائی پین کڑچھا وغیرہ اس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ اگر سب میں نہیں تو یہ مرض عام ضرور ہے۔ کیونکہ کئی برتن ایسے ملیں گے جنھیں ایک دو دن پہلے کی پکی ہوئی چیز کے ذرات لگے ہوئے ہونگے جنہیں صاحب خانہ نے اس خیال سے لگا رہنے دیا ہو گا کہ جب دوبارہ استعمال کریں گے تو دھو لیں گے۔ یا شائد تمہیں کسی کے گھر سے برتن مانگنے کی بھی ضرورت نہ پڑے اور تمہارے اپنے گھر کے برتن ہی میرے اس بیان کی صداقت کی شہادت دے دیں +

ایک سہل تجربہ بھی ہے جس سے ہر شخص میرے اس بیان کی اہمیت معلوم کر سکتا ہے دو پیالیاں لیکر ان کے اندر چائے پیو۔ پھر ایک کو تو اسی وقت دھو کر رکھ دو۔ اور دوسری کو یونہی پڑا رہنے دو۔ دوسرے وقت جو پیالی بے دھوئی پڑی تھی اسے بھی دھو لو۔ اور پھر اس کے کناروں کو بھی سونگھو۔ اور اس کے کناروں کو بھی جسے رکھنے سے پہلے دھو لیا تھا تو تمہیں معلوم ہو گا کہ جو پیالی اسی وقت دھو لی گئی تھی اس کے کناروں میں سے بُو نہیں آتی اور جو بعد میں دھوئی ہے اس کے کناروں میں سے باوجود دھونے کے بُو آتی ہے +

اب میں اپنے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اور ایک دفعہ تمام بہنوں کو پھر نصیحت کرتا ہوں کہ صحت کی درستی کے لئے صفائی کی سخت ضرورت ہے۔ اور جن چیزوں کی صفائی کی ضرورت ہے ان میں سے نہایت اہم برتن ہیں کہ ان کی صفائی صحت کے قیام میں نہایت ممد ہوتی ہے پس اپنی اور اپنے رشتہ داروں کی خاطر گھر کے برتنوں کی صفائی کا خاص طور پر خیال رکھا کرو +

# بصائر و عبر

## اگر خدا کا حکم ہے تو مجھے کچھ ڈر نہیں

انسان کا ایمان مصیبت کے وقت معلوم ہوتا ہے۔ جب خوشی اور خرمی کا زمانہ ہو۔ اور ہر طرح کی راحت ہو۔ اس وقت تو ہر ایک شخص ایمانداری کا دعویٰ کر سکتا ہے لیکن اس دعویٰ کی صداقت کا تب پتہ لگتا ہے جب مصیبت اور تکلیف کے دنوں میں بھی انسان اس دعویٰ پر قائم رہے۔ اگر تکلیف میں بھی خدا تعالیٰ کا دامن نہ چھوڑے۔ اور خدا کے لئے ہر ایک مصیبت برداشت کرے۔ تو سمجھنا چاہیئے کہ اب اس شخص کا ایمان کامل ہو گیا ہے۔ عورتوں کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ ان کا ایمان نہایت کمزور ہوتا ہے۔ لیکن اس کی وجہ صرف ان کی دین سے ناواقفی ہے جو عورتیں دین سے واقف گزری ہیں ان میں ہمیں بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ کہ جو بہت سے مردوں کے لئے بھی قابل رشک ہیں۔ اور جس کام کو ایک عورت کر سکتی ہے دوسری بھی کر سکتی ہے کیونکہ خدا تعالےٰ نے سب انسانوں کو ایک ہی طرح کی طاقتیں دی ہیں۔ ہم اس وقت ایک کامل ایمان والی عورت کا واقعہ بیان کر کے اس ضمیمہ کی ناظرات کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ جو نمونہ ایمان کا اس عورت نے دکھایا ہے وہی وہ دکھا سکتی ہیں اور اگر کوئی عورت اس درجہ کا ایمان نہیں رکھتی تو اس کی یہ وجہ نہیں کہ عورت اس درجۂ ایمان کو پا نہیں سکتی بلکہ یہ وجہ ہے۔ کہ وہ اس درجہ کے حاصل کرنے کے لئے اس قدر کوشش نہیں کرتی جس قدر ضروری ہے +

حضرت ابراہیمؑ کے نام سے تو سب مسلمان عورتیں واقف ہی ہیں ہر ایک نماز میں ان کا نام آتا ہے کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰهِیْمَ کہہ کر تشہد میں ان رحمتوں کو ہر ایک مسلمان یاد کرتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل ہوئی تھیں۔ آپ بہت سے نبیوں کے باپ ہونے کا فخر رکھتے ہیں آپ خود نبی تھے۔ آپ کے دو بیٹے نبی تھے۔ پوتا نبی تھا۔ پڑپوتا نبی تھا۔ حضرۃ موسیٰ بھی آپ ہی کی نسل میں سے تھے۔ حضرت داؤد۔ سلیمانؑ اور باقی سب اسرائیلی نبی آپ ہی کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی والدہ کی طرف سے آپ ہی کی اولاد میں سے تھے پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ سب نبیوں کے سردار ہمارے بادشاہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ ہی کی اولاد میں سے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری خلیفہ نبی وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سلسلۂ نسب بھی آپ ہی

سے جا کر ملتا ہے۔ غرض آپ ایک بڑی شان کے نبی تھے اور ہزاروں نبی آپ کی نسل سے مبعوث ہوئے ہیں۔ آپ ایک دفعہ بعض ضروریات کے لئے مصر گئے۔ وہاں کے بادشاہ نے آپ کو کچھ تکلیف دی۔ لیکن اس کے بعد وہ ایسے عذاب میں مبتلا ہوا کہ اسے آپ سے معافی مانگنی پڑی اور اپنی ندامت کے اظہار کے لئے اپنے خاندان کی ایک لڑکی آپ کی خدمت میں پیش کی۔ گو آپ نے اپنی پہلی بیوی سارہ کی رضامندی کے بعد اس سے شادی کی۔ لیکن پھر بھی سارہ کو اس سے کچھ نقار پیدا ہو گیا۔ اور جب اس لڑکی کے بطن سے حضرت ابراہیم کے ہاں ایک لڑکا بھی پیدا ہوا۔ تو ان کا نقار اور بھی بڑھ گیا اور انھوں نے کہا کہ اس لڑکی اور اس کے لڑکے کو اپنے گھر سے نکال دو حضرۃ ابراہیمؑ نے تو اسے ناپسند کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا منشاء کچھ اور تھا وہ اس جلاوطنی سے اپنی قدرت کا جلال دکھانا چاہتا تھا۔ سو اس نے حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ جس طرح سرہ تیری بیوی کہتی ہے تو اسی طرح کر۔ اس پر حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی اور اپنے بیٹے کو جن کا نام ہاجرہ اور اسمٰعیل تھا۔ ایک بیابان کی طرف لے گئے۔ اور ایک ایسی جگہ پر ان کو چھوڑ دیا۔ کہ جس کے ارد گرد سینکڑوں میل تک آبادی کا نام و نشان نہ تھا اور جہاں کھانا تو کیا پانی تک نہیں ملتا تھا۔ ایک مشکیزہ پانی کا۔ اور ایک تھیلہ کھجوروں کا ان کی فوری ضروریات کے لئے ان کے پاس رکھا۔ اور واپس لوٹنے کے ارادہ سے چل پڑے۔ حضرت ہاجرہ نے آپ کو واپس لوٹتا دیکھ کر دریافت کیا کہ اے ابراہیم آپ ہمیں اس بیابان میں چھوڑ کر کہ جہاں نہ کوئی آدمی ہے اور نہ کوئی اور چیز ہے کہاں جا رہے ہیں حضرت ابراہیم نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا کیونکہ ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا وہ خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت کام کر رہے تھے۔ حضرت ہاجرہ نے پھر دریافت کیا۔ انھوں نے پھر بھی جواب نہ دیا۔ اسی طرح بار بار پوچھنے پر بھی جب کوئی جواب نہ ملا۔ تو انھوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم نے جواب دیا کہ ہاں اسی کے حکم سے میں نے یہ کام کیا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت ہاجرہ نے کہا کہ جب خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت آپ نے ایسا کیا ہے تو جائیں ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔ وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ یہ بات کہہ کر حضرت ہاجرہ واپس تشریف لے آئیں۔ اور اپنے بچہ کے پاس بیٹھ گئیں۔ اسس حالت پر جس میں وہ اس وقت تھیں غور کرکے دیکھو کہ وہ فقرہ جو آپ کے منہ سے نکلا۔ کیسے مضبوط ایمان پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم جس بیابان میں حضرت ہاجرہ کو چھوڑ کر چلے تھے وہ بالکل غیر آباد تھا۔ اِدھر اُدھر کوئی آبادی نہ تھی۔ کوئی درخت اور کوئی بوٹی وہاں اُگی ہوئی نہ تھی۔ پانی وہاں موجود نہ تھا کھانے کے لئے کوئی چیز نہ تھی نہ کوئی مکان تھا۔ جس کے اندر آرام سے گزارہ کر سکیں۔ غرض اوپر اور نیچے لق و دق میدان تھا۔ اور آب و دانہ کا کوئی سامان نہ تھا۔ پھر حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ کو بند کرکے نہ چلے تھے وہ چاہتیں تو ان کے پیچھے پیچھے جس طرح آئی تھیں واپس بھی چلی جاتیں۔ اور کسی آبادی میں جا کر رہ پڑتیں۔ یا اگر یہ سمجھ لیا جائے۔ کہ سخت خوف کی وجہ سے ان کو یہ تدبیر نہیں سوجھی تو کم سے کم یہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ خوب روتی پیٹتیں اور گریہ وزاری سے آسمان سر پر اُٹھا لیتیں لیکن اس خطرناک مصیبت کے وقت وہ ان باتوں میں سے کسی پر بھی عمل نہیں کرتیں۔ نہ حضرت ابراہیم کے پیچھے پیچھے واپس جانے کی کوشش کرتی ہیں نہ گریہ وزاری سے اپنی گھبراہٹ اور تکلیف کا اظہار کرتی ہیں بلکہ یہ سنکر کہ آپ کو اس میدان میں خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت چھوڑا گیا تھا۔ ان کے منہ سے صرف یہ فقرہ نکلتا ہے کہ اب ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔ خدا تعالےٰ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا ✦

جانتی ہو اس ایمان کا ان کو کیا بدلہ ملا۔ خدا تعالےٰ نے واقعہ میں ان کو ضائع نہ کیا وہ بیابان جس میں کھانے کو ایک دانہ اور پینے کو ایک قطرہ نہ ملتا تھا۔ وہاں خدا تعالےٰ نے ایک بڑا شہر بسایا۔ اور سب دُنیا کی نعمتیں وہاں کھنچی کھنچی چلی جاتی ہیں اور خدا تعالےٰ نے وہاں انکی خاطر ایک چشمہ بھی پھوڑ دیا۔ جس میں پانی اس کثرت سے ہے کہ صرف اسی شہر کے لوگ اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ بلکہ اس کا پانی دُنیا کے تمام کونوں میں تحفہ کے طور پر لے جایا جاتا ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں۔ اُس کامل ایمان والی عورت کو اپنے ایمان کا یہ اجر ملا کہ نبیوں کے سردار جن وانس کے بادشاہ حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم اسی کی اولاد سے پیدا کئے گئے ✦

ہاجرہ ایک عورت تھیں اور تم بھی عورتیں ہو۔ جو ہاجرہ نے کیا تم بھی کر سکتی ہو۔ پس اس کا ایمان اپنے اندر پیدا کرو۔ جس قدر فضل اس پر ہوئے تم پر بھی ہو سکتے ہیں ✦

# حفاظت اطفال

## بچہ کیوں روتا ہے؟

یہ ایک ایسا سوال ہے۔ جو اکثر عورتوں کو پریشان رکھتا ہے۔ جو بچہ بول سکتا ہے وہ تو اپنی تکلیف خود بیان کر کے اُسے دُور کروا سکتا ہے۔ لیکن جس بچے نے ابھی بات کرنی نہیں سیکھی۔ اس کے متعلق سخت دقت پیش آتی ہے۔ اور مائیں جو اپنے بچوں کی تکلیف کو ایک منٹ کے لئے بھی نہیں دیکھ سکتیں سخت گھبرا جاتی ہیں۔ ان کا دل بار بار اس سوال کو دُہراتا ہے۔ کہ میرا بچہ کیوں روتا ہے؟ بلکہ ان کی بے قراری کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بعض تو بے اختیار ہو کر باوجود اس بات کے جاننے کے کہ ان کا بچہ نہ ان کے کلام کو سمجھ سکتا ہے نہ اس کا جواب دے سکتا ہے۔ پکار پکار کر کہہ جاتی ہیں کہ "ہائے تجھے کیا ہوا" "میری جان تجھے کیا تکلیف ہے" "میں قربان تو روتا کیوں ہے" اور بعض تو اس کے ساتھ ہی رونا شروع کر دیتی ہیں۔ اور بجائے اس کی تکلیف کم کرنے کے اپنے آپ کو تکلیف دینے لگ جاتی ہیں۔ لیکن رونے سے یہ عقدہ تو حل نہیں ہوتا۔ کہ بچہ کیوں روتا ہے۔ بعض عورتیں جو زیادہ حوصلہ رکھتی ہیں۔ اس سوال کو کسی طرح حل کرنے کی کوشش کرتی ہیں ؛

بعض بچے کے رونے کو ایک عادت پر محمول کر لیتی ہیں۔ اور اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلّی دے لیتی ہیں۔ کہ بچے رُویا ہی کرتے ہیں۔ اور یہ بات بھی بالکل درست لیکن سوال یہ ہے کہ کیوں رویا کرتے ہیں؟ کیا اس لئے کہ رونا ان کو بہت مرغوب و پسند ہے؟ یہ بات تو درست نہیں۔ کیونکہ جب بچہ ہر طرح آرام میں ہو۔ تو وہ کبھی نہیں روتا۔ پس بچے روتے تو ضرور زیادہ ہیں۔ لیکن اس لئے نہیں کہ ان کو رونا بہت پسند ہے۔ بلکہ اول تو اس لئے کہ وہ بہت نازک ہوتے ہیں۔ اور ذرہ سی تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ خفیف سی بے اعتدالی ان کو دکھ میں مبتلا کر دیتی ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ وہ بوجہ بے زبان ہونے کے اپنی تکلیف بیان نہیں کر سکتے۔ اور اس کے دور کرانے کا ان کے پاس ایک ہی ذریعہ ہے کہ وہ رو پڑیں۔ ان کے رونے پر ان کے والدین خود ہی ان کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اور اس تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پس بچہ کو اس لئے رونے دینا کہ وہ رویا ہی کرتا ہے۔ کوئی معقول وجہ نہیں۔ وہ تبھی روتا ہے جب اُسے تکلیف ہوتی ہے۔ پس وہ جب روئے اس کی تکلیف کو دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ بشرطیکہ اس تکلیف کا دور کرنا مناسب ہو۔ مناسب سے میری مُراد یہ ہے کہ اسی وقت اس کی تکلیف کو دُور کرنے کی کوشش کی جائے۔ جب اس کے دُور کرنے کا ہرج نہ ہو۔ مثلاً کوئی بچہ اگر حرص سے روتا ہے۔ یعنے باوجود کافی غذا کھا لینے کے اَور زیادہ طلب کرتا ہے۔ تو اسکو کسی اور طرح بہلانے کی بے شک کوشش کی جائے نہیں تو روتے دیا جائے۔ حد سے زیادہ خوراک دینا اس کے لئے مضر ہو گا۔ لیکن بہرحال بچہ کے رونے پر والدہ کو فوراً توجہ کرنی چاہیئے۔ کہ وہ کیوں روتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ اپنے دل کو صرف یہ کہہ کر تسلّی دے لیگی۔ کہ بچہ رویا ہی کرتے ہیں۔ تو ممکن ہے۔ کبھی بچہ کو حقیقی تکلیف ہو۔ اور اُس کے دور نہ کرنے کے باعث اس کی صحت کو نقصان پہنچ جائے ؛

بعض مائیں بچہ کے رونے کو اس کے بھوکا ہونے پر محمول کرتی ہیں۔ اور جب بچہ روتا ہے تو اُسے اٹھا کر دودھ پلا دیتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اکثر اوقات بچہ بھوک سے ہی روتا ہے۔ لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض اوقات رونے کی وجہ کوئی اور ہوتی ہے۔ اور گو دودھ پلا دینے سے بوجہ ایک دوسرے شغل میں لگ جانے کے بچہ اپنی تکلیف کو بھول جاتا ہے۔ اور دودھ پینے کے بعد معدہ کے پُر ہو جانے کے باعث نشہ میں چپکا پڑا رہتا ہے۔ لیکن اس کی صحت پر نہایت بُرا اثر پڑ جاتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ معدہ خراب ہو کر وہ بیسیوں بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے ؛

بعض عورتیں بچہ کے رونے کو اس کے لیٹے رہنے کی طرف منسوب کرتی ہیں۔ اور جس وقت بچہ روتا ہے۔ فوراً اس کو اُٹھا کر گود میں لے لیتی ہیں۔ اور ہلانے لگ جاتی ہیں اس سے بچہ کو کچھ آرام آ جاتا ہے۔ اور خاموش ہو جاتا ہے۔ یہ طریق دودھ پلانے کے طریق سے زیادہ بے ضرر ہے۔ لیکن اس میں بھی اصل تکلیف کا کوئی علاج نہیں۔ اگر بچہ بھوک سے روتا تھا۔ اور تھپک کر اسکو سُلا دیا گیا ہے۔ تو گو وہ چپ ہو جائے۔ مگر اس کی صحت کو نقصان پہنچ جائے گا۔ اور اگر کوئی بیماری اس کا باعث تھی۔ تو تھوڑی دیر کو پھر بچہ رونے لگیگا۔ دوسرے اس علاج میں یہ بھی نقص ہے۔ کہ بچوں کو گود میں رہنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ جو والدہ کے لئے بڑی تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ اگر اس کو گود میں لئے رکھیں تو گھر کے کام کاج میں ہرج ہوتا ہے۔ اور اگر لٹا دے تو وہ روتا رہتا ہے ؛

بعض عورتیں بچہ کو خاموش کرنے کے لئے ہنگھوڑے میں ڈالے رکھتی ہیں۔ مگر یہ علاج بھی عارضی ہے۔ اور ہنگھوڑے میں زیادہ جھلانا صحت کے لئے بھی مضر ہے۔

جیسا کہ اُوپر بتایا گیا ہے۔ بچہ کے رونے کو ایک ہی باعث کا نتیجہ سمجھنا درست نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ بچہ کا رونا کئی سبب سے ہوتا ہے۔ کبھی تو بھوک کی وجہ سے روتا ہے۔ کبھی لیٹے رہنے کے باعث کبھی علیحدگی کے باعث۔ کبھی کسی بیماری کے باعث پس بچہ کے رونے پر سب سے پہلے یہ بات دریافت کرنے والی ہوتی ہے کہ وہ کیوں روتا

ہے۔ اور اس کا جواب صرف قیاس پر نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ واقعات کی بنا پر اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر تو بچہ آہستہ آہستہ روتا ہے۔ تو اس کا یہ رونا اکثر زیادہ لیٹے رہنے یا علیحدگی کے باعث ہوگا۔ اور اسکی آواز سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ رونا کسی حقیقی تکلیف کے باعث نہیں۔ پس اس باعث کو دور کرنے کی مناسب تدبیر کرنی چاہیئے ؎

معمولی رونے کا باعث تو معمولی ہی ہوتا ہے۔ لیکن کبھی بچہ سخت روتا ہے۔ اور اسکی آواز سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسے کوئی تکلیف ہے۔ اس وقت اس کے رونے کے کئی باعث ہوتے ہیں۔ اور والدہ کو چاہیئے کہ نہایت احتیاط سے ان بواعث کو معلوم کرنے کی کوشش کرے۔ اگر اس کو دودھ پلائے کافی عرصہ گذر چکا ہے۔ اور اب اس کے دودھ پینے کا وقت ہے۔ تو زیادہ گمان یہی ہے کہ بھوک کے باعث روتا ہے۔ اور اگر بھوک کے باعث نہیں روتا۔ تب بھی دودھ پلانے میں کچھ ہرج نہیں۔ کیونکہ اس کی غذا کا وقت آگیا ہے۔ اس سے اُسے نقصان نہ ہوگا۔ اگر غذا کا وقت نہیں بلکہ دودھ پیئے ہوئے اسے تھوڑی ہی دیر گذری ہو۔ تو چند اور وجوہات ہیں۔ جو غالباً بچہ کے رونے کا باعث ہونگی۔ (۱) کبھی وہ پیشاب و پاخانہ کی حاجت کے باعث روئیگا۔ اگر پاؤں پر پیشاب و پاخانہ کرانے کی عادت ہے۔ تو اس وقت اسکو پاؤں پر بٹھا کر دیکھ لیا جائے۔ اگر یہ باعث ہوگا۔ تو اس کا رونا بند ہو جائے گا۔ اور وہ قضائے حاجت کر کے آرام سے لیٹا رہے گا۔ (۲) کبھی اس کے رونے کا باعث گیلے کپڑے ہوں گے۔ کیونکہ چھوٹا بچہ پیشاب اپنے پوتڑوں پر ہی کرتا ہے اور اس کے کپڑے بھی گیلے ہو جاتے ہیں۔ اگر کپڑے گیلے ہوں تو یہی باعث اس کے رونے کا ہوگا۔ فوراً کپڑوں کو بدل دینا چاہیئے۔ کیونکہ گیلے کپڑے علاوہ بے چینی پیدا کرنے کے بیماری بھی پیدا کرتے ہیں۔ (۳) کبھی اس کا باعث بستر کی ناہمواری ہوگی۔ یعنی بچہ اگر بستر پر لیٹنے سے روتا ہے۔ تو دیکھ لیا جائے۔ کہ اس کا بستر اونچا نیچا تو نہیں۔ اگر اس میں نقص ہو تو اُسے درست کر دیا جائے۔ وہی اس کے رونے کا باعث ہوگا۔ اسی طرح کرتہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ وہ مڑ کر کمر کے نیچے گچھا تو نہیں ہو گیا۔ بعض اوقات بے احتیاطی سے لٹانے کے باعث کرتہ وغیرہ گچھا ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ بچوں کا جسم نازک ہوتا ہے۔ وہ اس سے بہت تکلیف پاتے ہیں۔ اس نقص کے دور کرنے پر ان کو آرام آ جاتا ہے۔ (۴) کبھی بچہ کے رونے کا باعث بیماری ہوتی ہے۔ پس اگر مذکورہ بالا نقائص میں سے کوئی نقص معلوم نہ ہو نہ تو بچہ کو لیٹے ہوئے دیر گذری ہو نہ غذا کا وقت ہو نہ پیشاب پاخانہ کی حاجت ہو نہ کپڑے گیلے ہوں نہ بستر کی تکلیف ہو۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اس کا باعث کوئی بیماری ہے۔ یہ بیماری کبھی ظاہر ہوگی۔ کبھی پوشیدہ۔ پوشیدہ بیماری کا معلوم کرنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ لیکن یہ دیکھ لینا چاہیئے۔ کہ بچہ کو قبض تو نہیں۔ اگر قبض کی شکایت ہو تو اس کی تکلیف کا وہی باعث ہے۔ اس کا ازالہ کرنا چاہیئے۔ اگر قبض نہ بھی معلوم ہو۔ تو معدہ کی درستی کا علاج کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بچوں کی بہت سی تکالیف اسی باعث سے ہوتی ہیں ؎

ظاہر بیماریاں جو بچوں کو اکثر اوقات تکلیف دیتی ہیں۔ یہ ہیں:۔ (۱) مچھروں یا چیونٹیوں کا کاٹنا (۲) جسم کا چھل جانا۔ (۳) گردن یا بغلوں کا یا بن ران کا پک جانا جو صفائی کی کمی یا گرمی کے باعث سے ہوتا ہے۔ جسم پر ایک نظر ڈالنے سے ان بیماریوں کا پتہ لگ سکتا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی بیماری ہو۔ تو وہی بچہ کے رونے کا باعث ہے۔ اس کو دور کرنا چاہیئے۔ اور اگر تپ ہے یا آنکھ دُکھتی ہے یا کھانسی ہے۔ تو یہ بیماریاں تو ایسی ظاہر ہیں کہ ہر ایک شخص ان کو فوراً معلوم کر لیتا ہے ؎

تیسری قسم کا رونا درد کا رونا ہوتا ہے۔ اس کا فرق دوسرے رونوں سے یہ ہے کہ اس کا زور رہ رہ کر ہوتا ہے۔ اور بچہ چیخ مار کر روتا ہے۔ اور اسکے بدن پر تشنج کی طرح کھچاوٹ کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ یا وہ بے اختیار ہو کر ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ اگر بچہ سوتے میں اس طرح کرتا ہے تو اس کا باعث یا تو بوجہ نزلہ ناک کا بند ہونا یا پیٹ کی خرابی ہوگی۔ اسکو دور کیا جائے۔ اگر جاگتے وقت بھی اسی طرح روتا ہے تو اکثر اس کا باعث پیٹ یا کان یا انتڑیوں کی درد ہوتی ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ درد کہاں ہے۔ ان تینوں جگہ پر ہاتھ رکھنا چاہیئے۔ جہاں درد ہوگی۔ وہاں ہاتھ رکھتے وقت بچہ زور سے چیخیگا۔ جس سے اس درد کا مقام معلوم ہو جائے گا۔ جب جگہ معلوم ہو جائے۔ تو اس کا علاج کیا جائے۔ ان تینوں دردوں کے علاوہ ایک اور درد بھی ہوتی ہے۔ جو گو کم ہوتی ہے۔ لیکن پھر بھی ایسی کم نہیں کہ اسکو بالکل نظر انداز کر دیا جائے۔ بعض دفعہ بچہ کو اُٹھاتے وقت بے احتیاطی سے ان کے ہاتھ یا پاؤں کو جھٹکا لگ جاتا ہے۔ اور ان کا کولہ یا بازو اُتر جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے بچہ سخت روتا ہے۔ اگر احتیاطاً ہاتھوں پاؤں کے جوڑوں پر بھی ہاتھ پھیر لیا جائے۔ تو اطمینان کیا جا سکتا ہے کہ اس کے رونے کا باعث ہاتھ پاؤں کا اُترنا نہیں۔ اگر وہ باعث ہو تو فوراً کسی ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہیئے ؎

غرض بچہ کے رونے کے بہت سے بواعث ہیں۔ اور ماؤں کو وہ باعث یاد رکھنے چاہیئیں نہ تو بچہ کے رونے پر رونے سے کوئی فائدہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ صرف دودھ پلا دینے یا گود یا پنگھوڑہ ہلا دینے سے جب اسکے رونے میں تکلیف یا درد کے آثار رہوں۔ تو فوراً سب پہلوؤں پر نظر مار لینی چاہیئے کہ اسکے غیر معمولی رونے کا باعث کیا ہے۔ ہم نے بہت سے بواعث اور انکے معلوم کرنے کے طریق بیان کئے ہیں۔ ان سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔ اور ہر ایک عورت اپنے تجربہ اپنا علم اور بھی بڑھا سکتی ہے۔ اگر بچہ کے رونے کا اصل باعث معلوم ہو جائے تو اس میں بہت سے فوائد ہیں۔ اوّل تو یہ کہ اگر کوئی معمولی بے احتیاطی ہو تو اسکو دور کر کے بچہ کو تکلیف سے بچایا جا سکتا ہے۔ دوم یہ کہ اگر بیماری رونے کا باعث ہو تو پیشتر اسکے کہ وہ مہلک ہو جائے یا بہت بڑھ جائے۔ حکیم و ڈاکٹر سے اس کے متعلق مشورہ کیا جا سکتا ہے۔ (۳) یہ کہ پیشتر اسکے کہ ڈاکٹر و حکیم کے پاس بچہ جائے عارضی تدابیر سے بچہ کی تکلیف کو کچھ کم کر کے اسکو آرام پہنچایا جا سکتا ہے۔ (۴) ماں باپ کے دل کو تکلیف کی نوعیت معلوم ہونے سے ایک حد تک اطمینان ہو جاتا ہے ؎

# سنجیدہ باتوں میں پاک مزاح

## خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

دی یہ مضمون مضمون نگار صاحب نے اُن بے ہودہ قصوں کی تردید میں لکھا ہے کہ جو گو اس وقت ہندوستان کے گاؤں میں بکثرت پھیلے ہوئے ہیں لیکن پُرانے زمانہ میں تو لکھے پڑھے آدمی بھی ان کو تسلیم کرتے تھے۔ مضمون کو دلچسپ بنانے کے لئے انہوں نے اسے مذاقیہ پیرایہ میں لکھا ہے۔ اور چونکہ اس مذاق میں کوئی خلاف اخلاق بات نہیں اسلئے ہم اس کے شائع کرنے میں کچھ ہرج نہیں سمجھتے۔ (ایڈیٹر)

جب تک سفروں کا عام رواج نہ تہا۔ اور لوگ ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف بہت کم جاتے تھے۔ کیونکہ سفر کا سامان نہ تہا۔ دوسرے دُنیا کے کئی ممالک ابھی معلوم بھی نہ ہوئے تھے۔ اس وقت تک لوگوں کا خیال تہا کہ زمین ایک چپٹی چیز ہے اور آسمان اس کے کناروں پر جھک کر اس سے ملا ہوا ہے۔ انسان اگر چلتے چلتے زمین کے کنارے تک پہنچ جاوے۔ تو اُسے آسمان و زمین ملے ہوئے نظر آجاویں۔ لیکن جب بہادر سیاحوں نے مخفی زمینوں کو ظاہر کر دیا۔ اور باہمت نو آباد کاروں نے ویران ممالک کو آباد کر دیا۔ اور ریل اور سٹیم سے چلنے والے جہاز نکل آئے۔ اور سفر آسان ہو گیا تو بہت سے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ زمین چپٹی نہیں۔ بلکہ گول ہے۔ کیونکہ کسی جگہ بھی ان کو زمین کا کنارہ نظر نہ آیا۔ بلکہ وہ ایک مقام سے چلے۔ تو پھر چکر کھا کر اسی مقام پر آ پہونچے۔ آسمان کے کناروں کو چھونے اور اس کی بناوٹ قریب سے دیکھنے کا شوق ان کے دل ہی دل میں رہا۔ اور وہ نیلا گنبد جو جسطرح ہمارے سروں پر قائم ہے اسی طرح نئی دُنیا کے سروں پر ہے۔ راز سربستہ ہی رہا۔ بلکہ پہلے تو آدھا گولا خیال کیا تھا۔ اب زمین کی گولائی ثابت ہونے پر جب معلوم ہوا کہ چاروں طرف سے نظر آ رہا ہے۔ تو اس کو بھی پورا گولا ماننا پڑا۔ اور اسی زمین پر سفر کرتے کرتے اسکی حقیقت معلوم کرنیکے خواب خیال ہو گئے۔ اب کون اُوپر جائے اور کون نیلے نیلے جسم پر ہاتھ مل مل کر اپنی عجوبہ پسند طبیعت کو تسکین دے۔ اور شاید بعض لوگ اس امید کو بھی بہت کچھ ڈھارس کا باعث خیال کر سکتے تھے لیکن اسپر بھی علم ہیئت کے ماہروں نے یہ کہہ کر پانی پھیر دیا کہ آسمان کرہ ہوائی اور کرہ خلا کا نام ہے۔ وہ کوئی ٹھوس چیز نہیں کہ جسے تم ہاتھ میں پکڑ پکڑ کر اپنی دیرینہ خواہش کو پورا کر سکو۔ ان نئی نئی ایجادوں نے نہ صرف ان عجوبہ پسند طبائع کو چپٹی زمین اور نیلے نیلے آسمان ہی کے دیکھنے سے مایوس کر دیا۔ بلکہ ان کے سوا اور بھی کئی امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ چنانچہ جب تک مذکورہ بالا دریافتیں نہیں ہوئی تھیں۔ بہت سے لوگ زلزلوں کے آنے پر آپس میں سرگوشیاں کیا کرتے تھے۔ کہ دیکھنا زمین کے نیچے کا بیل جسکے سر پر زمین رکھی ہوئی ہے تھک گیا ہے۔ اور ایک سینگ سے ہٹا کر اس نے زمین کو دوسرے سینگ پر رکھا ہے۔ اس لئے زمین ہلی ہے۔ اور اگر کہیں سال میں دو چار دفعہ زلزلے آجاتے تو وہ ناراض ہوتے۔ کہ اس بیل کو کیا ہو گیا ہے کہ آئے دن زمین کو ایک سینگ سے اُٹھا کر دوسرے سینگ پر رکھتا ہے۔ اور کسی سخت زلزلہ پر تو ان کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہتی۔ اور جھلا جھلا کر کہتے کہ عجب بیوقوف بیل ہے۔ اس میں اسقدر تمیز نہیں کہ زمین کو آرام سے اُٹھا کر ایک سینگ سے دوسرے پر بدل لیا کرے۔ اسقدر ہلاتا کیوں ہے۔ اس کی کھیل ہوئی اور ہمارے مکانات گر گئے۔ اور سینکڑوں جانوں کا نقصان ہوا۔ مگر بڑے بڑے بوڑھے جو جوش کی غلامی سے آزاد ہو چکے تھے۔ ان نوجوان کی اس جھلاہٹ کو دیکھ کر زیر لب مُسکرا دیتے۔ اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنا اسطرح سر ہلاتے کہ جس سے صاف معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ اس خلاف معمول حرکت کا راز خوب جانتے ہیں۔ اور ان پُرجوش نوجوانوں کی نادانی پر حیران ہیں۔ اور انکی مُسکراہٹ تھی بھی درُست۔ کیونکہ وہ اس بات سے اچھی طرح واقف تھے۔ اور اپنے بڑوں سے سُن چکے تھے کہ غیر معمولی زلزلوں کا باعث درحقیقت بیل کی بے پرواہی نہیں بلکہ اس مچھلی کی حرکت ہے۔ جسپر بیل کھڑا ہے۔ (یہ بات غالباً سب بیلوں کو معلوم ہوگی۔ کہ ان لوگوں نے یہ بات نہایت گہری تحقیقات کے بعد معلوم کر لی تھی۔ کہ زمین جس بیل کے سینگ پر ہے۔ وہ ایک مچھلی پر کھڑا ہے۔ اور وہ مچھلی سمندر میں ہے) جب مچھلی حرکت کرتی ہے۔ تو بیل کے قدم اُکھڑ جاتے ہیں۔ اور وہ بیچارہ بہت زور مارتا ہے۔ لیکن پھر بھی زمین کو سخت دھکا لگ ہی جاتا ہے۔ مگر قصور کسی کا ہو یہ بات ثابت تھی کہ بیل کی حرکت کی وجہ سے زمین ہلتی ہے۔ اور توپوں کی ایجاد پر یہ اُمید بندھنے لگ گئی تھی کہ شاید کسی دن کوئی ایسی توپ نکل آئے۔ کہ جسکے ساتھ اس بیل کو مار کر زمین کو ہمیشہ کے لئے زلزلہ کے خطرہ سے بچا لیا جائے۔ لیکن جیسا کہ اُوپر بتایا گیا ہے۔ زمین کے گول ثابت ہو جانے سے یہ اُمید بھی خاک میں ملگئی۔ اور معلوم ہو گیا کہ توپ کا ایجاد ہونا بالکل بے سُود ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ زمین کے اردگرد پھر کر معلوم ہوا کہ وہاں بیل ہی کوئی نہیں جسکو مارا جائے۔ شائد اُس نے آدمیوں کو قریب آتے دیکھ کر جھٹ زمین کے نیچے سے سر ہٹا لیا۔ تاکہ اُسے کوئی گزند نہ پہونچے۔ اور زمین ہوا میں تیرنے لگی۔ بیل کے غائب ہونے کا جو کچھ بھی باعث تہا۔ اس سے بحث نہیں۔ لیکن اسکے غائب ہونے کا جو فائدہ سوچا گیا تھا۔ وہ حاصل نہ ہوا۔ کیونکہ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ زلزلوں کا باعث خود زمین کے اندر موجود تہا جسکے دریافت کرنے کے لئے پھر نئے سرے سے کئی نئی نسلوں کو محنت و مشقت برداشت کرنی پڑیگی۔ افسوس! ؎ خواب تہا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تہا۔ باقی آیندہ

الراقم۔ غ۔ ث۔ قادیان

# زنانہ خط و کتابت

## حضرت اُمّ المؤمنین صاحبہ کے نام ایک لیڈی کا خط اور اس کا جواب

"ضمیمہ الفضل کی ناظرات کی دلچسپی اور فائدہ کے لئے ذیل میں ہم ایک یورپین لیڈی کے خط کا ترجمہ شایع کرتے ہیں یہ خط دوٗ دسمبر ۱۹۰۷ء کا لکھا ہوا ہے۔ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی زندہ ہی تھے۔ اس کا جواب حضرۃ اُم المؤمنین کی طرف سے پہلی جنوری ۱۹۰۸ء کو مفتی محمد صادق صاحب کی معرفت دیا گیا۔ اس کا ترجمہ بھی ساتھ ہی شامل کیا جاتا ہے۔ علاوہ اس کے کہ ان دونوں خطوط سے بہت سے اخلاقی اسباق حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت اُم المؤمنین کے خط سے موجودہ اختلافات جماعت کے متعلق بھی بعض استنباط ہوتے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہی آپ کی نسبت کس طرح خطوط میں نبی کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا اور اُسے بُرا نہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اب ہماری ہی جماعت میں سے ایک گروہ اس لفظ کے استعمال کو کفر و بدعت خیال کرتا ہے

مسز صوفیہ موسیٰ خان جن کا خط اور اس کا جواب ذیل میں درج ہے۔ مولوی حسن موسیٰ خان صاحب افغان حال ساکن آسٹریلیا کی بیوی ہیں۔ اور نو مسلم ہیں صوفی صاحب تبلیغ اسلام کا خاص جوش رکھتے ہیں۔ اور انہی کی مہربانی ہے کہ مسز موسیٰ خان صاحبہ کا خط اور اس کے جواب کی نقل ہمیں حاصل ہوئی ہے۔ جونہی کہ اخبار میں عورتوں کے ضمیمہ کا اعلان ہوا۔ صوفی صاحب نے براہ مہربانی فوراً دونوں خطوط کی نقل ہمارے نام بھجوادی۔ تاکہ دیگر بہنیں ان خطوط کے مطالعہ سے مستفید ہوں۔ فجزاہ اللہ عنا و عن سائر المسلمین والمسلمات جزاءً حسنا" (ایڈیٹر)

### مسز صوفیہ حسن موسیٰ خان صاحب کے انگریزی خط کا ترجمہ

مغربی آسٹریلیا۔ پرتھ - ۲- دسمبر ۱۹۰۷ء

بجانب مرزا غلام احمد صاحب - قادیان - ہندوستان -

"پیاری بیگم صاحبہ! مجھے آپ سے واقفیت کا شرف حاصل نہیں۔ اس لئے میں چند سطور آپ کی طرف لکھنے کی جرأت کرنے پر آپ سے معافی کی طالب ہوں۔ جن کا باعث اس دلی ہمدردی کے ظاہر کرنے کا جوش ہے۔ جو میرے دل میں آپ کے اس تازہ صدمہ پر جو آپ کو اور آپ کے معزز خاوند کو آپ کے پیارے بیٹے مبارک احمد کی وفات پر پہونچا ہے۔ پیدا ہوا ہے ٭

مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ بچہ نو سال کی عمر کا تھا۔ اور آپ کا سب سے چھوٹا بچہ تھا۔ اور نہایت چُست ہوشیار تھا۔ میں آپ کے اس صدمہ پر بہت غم محسوس کرتی ہوں۔ میں اس صدمہ جانکاہ کے برداشت کرنے میں آپ کی جرأت اور خدا پر ایمان کو نہایت ہی عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہوں۔ کیونکہ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ نے اس صدمہ پر ایک آنسو بھی نہیں بہایا۔ اور خدا کی مرضی کو بڑے استقلال کے ساتھ قبول کیا۔ آپ ایک بہادر عورت ہیں۔ اور واقعی میں اس بات کی مستحق ہیں کہ آپ کو اُم المؤمنین کہا جائے۔ آپ بڑے سے بڑے درجہ کی جو کسی زمانہ میں بھی ہم عورتوں میں سے کسی نے تاریخ عالم میں حاصل کیا ہو۔ حقدار ہیں۔ کیونکہ آپ ایسی طاقت و ہمت رکھتی ہیں۔ جس کا اظہار آپ کی پچھلی مصیبت کے وقت ہوا ہے ٭

میں اس صدمہ کو جو ایک عرصہ تک دردانہ محبت کے ساتھ بچوں کو پالنے کے بعد اس نازک عمر میں بچوں کے جدا ہو جانے پر والدہ کو پہونچتا ہے۔ خوب جانتی ہوں۔ جب سے کہ میرا تین سالہ بچہ جو کہ ۲۶ر اکتوبر ۱۹۰۵ء کو اس دنیا سے گذر گیا۔ فوت ہوا ہے۔ میں جب کسی ماں کی مصیبت کا حال سُنتی ہوں۔ تو میرا دل غم سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ وہ بچہ نہایت ہوشیار تھا۔ اور سب ہمسایہ اس سے محبت کرتے تھے۔ یقین جانئے کہ مجھے آپ سے سچی ہمدردی ہے۔ کیونکہ میں اس صدمہ عظیم کا جو ایسے موقعہ پر ماں باپ کو محسوس ہوتا ہے۔ تجربہ رکھتی ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ مجھے اس صبر کا سواں حصہ ہی حاصل ہوتا۔ جو کہا جاتا ہے کہ آپ نے دکھایا۔ مجھے اپنے بچہ کی وفات پر اسقدر صدمہ ہوا تھا۔ کہ میں کئی دن تک اپنے آنسوؤں کو نہیں روک سکی۔ اور کئی ہفتوں تک میری طبیعت کھانے اور سونے کی طرف متوجہ نہ ہوتی تھی۔ اب تک بھی میں اس صدمہ کے اثر سے آزاد نہیں ہو سکی۔ جب کبھی میں اس جگہ کو دیکھتی ہوں۔ جہاں کہ میرا بچہ بیٹھا یا کھیلا کرتا تھا۔ میرا دل غم سے بھر جاتا ہے۔ اور میرے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ میرے اعصاب نہایت کمزور ہیں۔ اور میں اس صدمہ کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اور میں سمجھ سکتی ہوں کہ کوئی ماں کس طرح برداشت کر سکتی ہے۔ اس بات سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ مجھے آپ کی تکلیف پر کسقدر غم ہے۔ اور آپ کی زندگی کے اس نہایت سخت وقت میں جس صبر اور ایمان باللہ کا آپ نے ثبوت دیا ہے (جیسا کہ بدر اخبار میں لکھا ہے) اس کو کس پسندیدگی کی نظر سے میں دیکھتی ہوں۔ خدا تعالےٰ آپ کو اس تشفی اور تسلی سے حصہ دے۔ جس کی آپ مستحق ہیں۔ اور آپ نے خدا کی مرضی کے قبول کرنے میں جس ہمت سے کام لیا ہے۔ اسکی جزائے نیک دے۔ آمین۔

اور میں اُمید کرتی ہوں کہ آپ خدا تعالیٰ سے دُعا کرینگی۔ کہ وہ مجھے اور میرے خاوند اور میرے بچوں کو ہدایت دے ٭

آپ کی سچی خیر خواہ

صوفیہ حسن موسیٰ خان

نوٹ :- میرا خاوند مجھے کنیز احمدؐ کے نام سے بُلاتاہے۔ اور میری بڑی خواہش ہے کہ میں ہندوستان آؤں اور آپ کی خدمت بجالاؤں ؛ صوفیہ موسٹی خان

## حضرت اُمُّ المؤمنین صاحبہ کے خط کا ترجمہ

اس خط کا جواب حضرت اُمّ المؤمنین صاحبہ کی طرف سے مفتی محمدؐ صادق صاحب کے ذریعہ جو اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کی ڈاک کے مہتمم تھے یہ دیا گیا :-

قادیان - ضلع گورداسپور

یکم جنوری ۱۹۰۸ء - پنجاب - ہندوستان ؛

پیاری بیگم ! مجھے حضرت اُمّ المؤمنین صاحبہ کی طرف سے ہدایت کیگئی ہے کہ میں آپکے دو دسمبر ۱۹۰۷ء کے خط کا شکریہ ادا کروں۔ حضرت ام المومنین صاحبہ نے مجھے آپ کی اس ہمدردی کا بھی شکریہ ادا کرنے کی ہدایت فرمائی ہے جس کا اظہار آپنے آپکے لڑکے مبارک احمدؐ کی وفات پر کیا ہے۔ حضرت اُمّ المومنین کو۔ مبارک احمدؐ کی وفات پر کوئی صدمہ نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ لڑکا ایک پیشگوئی کے ماتحت پیدا ہُوا تھا۔ اور خدا نے جب چاہا اُسے والدین سے واپس لے لیا۔ علاوہ ازیں آپکے معزز خاوند نبی اللہ کو اس واقعہ کی قبل از وقت خبر دیدی گئی تھی اور اس بات کی نسبت آپ کو الہام ہوا تھا۔ کہ والدہ نے جس صبر سے کام لیا ہے۔ خدا تعالیٰ اُسپر بہت خوش ہوا ہے۔ جو لوگ صبر سے اپنی تکلیفات کو برداشت کرتے ہیں۔ وہ اسی طرح خداتعالیٰ سے نیک جزا پاتے ہیں۔ اُمّ المومنین جہاں آپکے بچہ کی وفات پر نہایت گہری ہمدردی کا اظہار فرماتی ہیں۔ وہاں یہ بھی امید کرتی ہیں کہ آپ اس صدمہ کو صبر سے برداشت کرینگی۔ اُمّ المومنین بہت خوش ہوں گی۔ اگر آپ کبھی کبھی خط لکھتی رہا کریں آپ پر اور آپکے خاوند پر سلامتی کی دُعا کرتا ہُوا میں اس خط کو ختم کرتا ہوں ؛

راقم محمدؐ صادق

خادم مسیح موعودؑ

ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہماری بہنیں ان دونوں خطوط کے مطالعہ سے فائدہ حاصل کرینگی اور حضرت اُمّ المومنین سے ہر خوشی و رنج میں خداتعالیٰ کی مرضی کے قبول کرنے کا سبق سیکھیں گی۔ تاکہ خداتعالیٰ ان سے بھی اسی طرح خوش ہو۔ جس طرح اس نے حضرت اُمّ المومنین کے حق میں اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اسی طرح ہم یہ بھی امید کرتے ہیں کہ ہمارے روٹھے ہوئے بھائی ان باتوں کو معلوم کرکے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی زندگی میں ہی نبی اللہ اور رسول اللہ لکھا جاتا تھا۔ اپنی غلطی کا اعتراف کرینگے۔ اور پھر جماعت میں شامل ہو کر سلسلہ کی ترقی کے کام میں ہمارے ساتھ شامل ہو کر ہمارے دست و بازو بنیں گے ؛

---

## ضروری گذارش

خدا کے فضل اور اُسی کی توفیق سے احمدی مستورات کے لیے جس ضمیمہ کا اعلان اخبار الفضل میں کیا گیا تھا۔ اس کا پہلا نمبر احباب کرام اور محترم خواتین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اعلان کئے جانے کے بعد بہت جلدی اس کو کیوں معرض وجود میں نہیں لایا گیا۔ اس کے لئے ہم صرف یہ کہدینا کافی سمجھتے ہیں۔ کہ ہر ایک کام کے ابتدائی مراحل طے کرنے میں جن مشکلات کو عبور کرنا ہوتا ہے۔ وہی اس وقت بھی حائل تھیں۔ اور موجودہ حالات کے ماتحت بہت زیادہ حائل تھیں۔ لیکن اب جبکہ بفضل خدا ہم نے ان پر کامیابی حاصل کرلی ہے۔ ہم اُمید رکھتے ہیں کہ اس ضمیمہ کی ناظرات اور ناظرین درخواست ہائے خریداری بھیجکر ہماری حوصلہ افزائی اور مالی امداد فرمانے میں دریغ نہ کرینگے۔ اور ہمیں اس قابل بنادینگے کہ اگلا نمبر اُن کی خدمت میں بہت جلدی ارسال کرسکیں ؛

اب ضمیمہ کو باقاعدہ چلانا ہمارے ذمہ نہیں۔ بلکہ ان کے ذمہ ہے۔ جنکی خاطر ہم نے باوجود سخت مشکلات کے یہ بار اُٹھایا ہے۔ پس اگر ہمارے ناظرین اور ناظرات چاہتی ہیں کہ ضمیمہ ان کی خدمت میں نہ صرف باقاعدہ بلکہ بیش از بیش شان و شوکت سے پہنچتا رہے۔ تو ان کا فرض ہے۔ کہ اس نمبر کو پڑھتے ہی خود خریداری کی درخواست بھیجدیں اور دوسروں کو اس کا خریدار بنانے کی کوشش کریں ؛

ہم اس ضمیمہ کے ذریعہ جن خدمات کو بجالانا چاہتے ہیں ان کو ہم پیشتر ازیں اخبار الفضل میں درج کرچکے ہیں۔ اور اب پھر درج ذیل کئے دیتے ہیں تا اندازہ لگایا جاسکے کہ وہ کیسی اہمیت رکھتی ہیں:۔

ضمیمہ کا اوّلین مقصد یہ ہوگا۔ کہ شریعت اسلام نے جو حقوق اور فرائض عورت پر مرد کے یا مرد پر عورت کے مقرر کئے ہیں۔ ان سے آگاہ کیا جائے۔ اسکے علاوہ مندرجہ ذیل اُمور کے متعلق بھی واقفیت بہم پہنچائی جائیگی :- (۱) مسائل دینیہ کے متعلق جو خواہ عقائد کے متعلق ہوں۔ خواہ اعمال کے متعلق۔ (۲) تعلیم دنیاوی کے متعلق۔ (۳) تمدن کے متعلق۔ (۴) اُمور خانہ داری کے متعلق۔ (۵) مرد و عورت کے تعلقات کے متعلق۔ (۶) حفظ صحت کے متعلق۔ (۷) عورتوں میں احساسات مذہبی پھونکنے کے متعلق (۸) تربیت اطفال کے متعلق (۹) حفاظت اطفال کے متعلق (۱۰) اخلاق حسنہ و ذمیمہ کے متعلق ؛

ہم امید رکھتے ہیں کہ یہ سلسلہ مضامین خدا کے فضل سے اپنے رنگ میں نرالا ہو گا۔ جیسا کہ اس نمبر سے اسبات کا اچھی طرح اندازہ لگایا جاسکتا ہے ؛

ضمیمہ کی قیمت خریداران الفضل سے ۱۲/ روپے سالانہ اور دیگر خریداروں سے ۲/ روپے سالانہ لیجاویگی۔ خریداران الفضل کی ذیل میں انکی بیویاں بھی شامل ہیں۔ خریداران الفضل درخواست بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری ضرور تحریر فرمادیں ؛ چونکہ اس ضمیمہ کے متعلق مستورات میں